



چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف  
اشارہ کرنیوالی صاف ستھری کتاب

# الصافیۃ الموحیۃ لحكم جلود الاضحیۃ

۱۳۰۷ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

# الصابیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صاستہری کتاب)

۲۹۳

خلاصۃ الصابیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة  
مسئلہ اعلیٰ دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں  
کہ قربانی کی کھال کو راہِ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے  
بچا جیسے مدارس اسلامیہ کی اعانت، مسجد کیلئے  
چٹائی، روشنی وغیرہ کا رِ ثواب جس میں کسی خاص  
فقیہ کو مالک نہیں بناتے اجازت ہے یا ناجائز، او  
ایسا پس انداز مصارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ  
صدقہ واجبہ ہے اور اس کا فقیر کو مالک بنانا ضروری  
ہے۔ بینوا تو جروا۔

جواب اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے اور ہم  
اسی سے مدد مانگتے ہیں، درود و سلام سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی  
رسولہ الکریم ما قولکم و امر فضلكم فین باع  
جلد الاضحیة لیصرف ثمنہ فی وجوہ القرب  
لاعانة المدارس الاسلامیة و شواء حصو  
المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک من  
القربیات التي لا تمليك فیہا، فہل ہو  
جائز، و الصرحت الى تلك الوجوہ سائغ ام لا،  
بل یكون صدقة واجبة لا یصرف الا فی مصارفہا  
افید و ناسر حکمک اللہ تعالیٰ۔

الحمد لله و به نستعين، و انقلوہ  
والسلام علی سید المرسلین محمد و  
آلہ و صحبہ اجمعین، ما تقرب

الى الله تعالى بالقرا بين ، نعم اذا باعه  
بالدرهم لئلا يمتول ، اور بيع  
يتحصل ، بل ليصرفه الى وجوه القرب  
ومرضات السرب ، جاز له ذلك  
وامن له لئلا يوجد تمليك هنا لك  
فان المطلوب في الاضاحي مطلق التقرب  
دون خصوص التمليك من الفقير ولذا  
جازت الاباحة ولو لغنى .

والمعنى المانع في البيع انها هو  
الصرف على قصد التمول كما نص عليه  
الائمة الاعلام . قال في الهداية لا يشترى  
به ما لا ينتفع به الا باستهلاكه كالخل  
والابانير اعتبارا بالبيع بالدرهم  
والمعنى فيه انه تصرف على  
قصد التمول اه وفي مجمع الانهر  
شرح ملتقى الابحار لا يبيعه  
بالدرهم لينفق الدرهم  
على نفسه وعياله والمعنى  
انه لا يتصرف على قصد التمول اه  
ومثله في البناية شرح  
الهداية للعلامة البدار وغيره  
من اسفار العلماء الغر ،

جب تک دوگ خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں ۔  
قربانی کی کمال کو تمول کی غرض سے نہ بچا ہو ،  
بلکہ کارِ ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بچا ہو ،  
تو یہ بھی جائز ہے اور ان مصارف میں اس کا صرف  
کرنا بھی جائز ہے ، اگرچہ وہاں فقیر کو مالک بنایا گیا  
ہو ، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کارِ ثواب ہی ہے ،  
فقیر کو مالک بنانا نہیں ، اسی لئے قربانی کا گوشت  
وغیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے ۔

اصل میں قربانی کی کمال کی بیع اس وقت منع  
ہے جب اس کو اپنی ذات کے تمول کے لئے بچا ہو  
اسی کی علماء اعلام کے کلام میں تصریح ہے صاحب  
فرماتے ہیں ۔

مثلاً کے زیادت [ قربانی کی کمال سے ایسی  
چیز نہ خریدے جس کو فنا کے بغیر اس سے فائدہ  
نہ اٹھایا جاسکے جیسے سرکہ یا غلہ سے بدلنا (کران کو  
ختم کر کے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) اور  
کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے  
کہ اس نے کارِ ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے نفع  
اور مالدار کی کے لئے برتا ۔

مجمع الانهر شرح ملتی الابحر میں ہے ، ”رہیم  
کے بدلے بچپا اس وقت منع ہے کہ وہ روپیہ  
اپنے اور بال بچوں پر صرف کرے کہ یہی ”تصرف علی



وجہ التمول ہے۔

یہی بات بتائیہ وغیرہ کتب کبار میں ہے، تو ثابت ہوا کہ کھال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفی کے لئے دراہم یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے بدلے میں ہو، اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کار ثواب کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں، تو ایسی بیع ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوتی، تو اس کو تو درجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ فخر الدین زلیعی اپنی شرح کنز میں فرماتے ہیں، "اگر کھال کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا تو جائز ہے، کیونکہ کار ثواب ہے، جیسے گوشت کی صدقہ دینا۔"

امام زلیعی نے اپنے کلام میں بیع الدراہم کے جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا، بیع مسلولہ بھی کار ثواب کے لئے ہی ہے، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل بے اصل بات ہے، جب خود قربانی کے گوشت اور کھال کا صدقہ کرنا واجب نہیں، تو اس کے دام کا صدقہ کس طرح واجب ہوگا، جبکہ صدقہ کو واجب کرنے والی کوئی نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

ہاں وہ بیع بالدراہم جو اپنی ذات کے

وظاہرات البیع للقرب بالبیع من التمول فی شئ فلا وجہ لسنعه بل هو قربة لکونه فعل لا جمل قربة ، فیکون اقامة للمطلوب الشرعی لا دخولا فی الوجه المنہی، الا تری الی ما قال الامام العلامة فخر الدین الزلیعی فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لبواغھا بالدراہم لیستصدق بہا جواز لانہ قربة کالتصدق امر فانما علل الجواز بکونه قربة ، وما نحن فیہ ایضا کذلک ، فیکون مثله فی حکم الجواز ویالیت شعری من ین یحکم بوجوب التصدق مع انه لم یکن معینا فی القربان مراسا ولا حدث اخر ما یوجبہ عینا بخلاف ما اذا باع بالدراہم لیتفقہا علی نفسه وعیالہ حیث یجب التصدق لحدوث التمول المنہی عنه اقول والسرف ذلک ما یتفاد من کلمات العلماء الکرام ان اصل القربة فی الاضحیة انما تقوم باراقیة الدم لوجه الله

تعالیٰ فمالہ یوق لایجوز الا انتفاع بشئ  
منہ حتی الصوف واللبن وغیر ذلک  
لانہ نوع اقامۃ القرۃ  
بجسمہ اجزائہا فاذا اقیمت وحصل  
المقصود ساغ الانتفاع علی جمیع  
الوجوہ، بیذا نہ لما کانت شیئاً  
تقرب بہ الہ المولف سبخنہ  
وتعالیٰ، والمقرب والتمول ضدان متباینان  
لایلتزمان، فقد خرج بذلک عن  
جهة التمول بحیث لا عود الیہ  
ابداً فاذا قصد بشئ منہ التمول  
فقد خالف واورث ذلک خبیث فی  
البدل، وایما مال حصل بوجہ  
خبیث فسیلہ التصدق، اما  
القربات فلا تناف التقریب  
بل تحققہ ولا تورث خبیثاً بل  
تزہقہ فمن این تحریم  
وتجب تصدقہ، قال  
الامام العینی فی البناۃ  
المعفی فی اشتراء ما لا ینتفع  
بہ الا بعد استهلاكہ انہ  
تصرف علی قصد التمول  
وهو قد خرج عن جهة  
التمول فاذا تمولتہ بالبیع  
وجب التصدق لانت هذا

انتفاع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہی غنہ ہے کہ  
اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے، اور یہ شرعاً  
منع ہے، اس کا مجید یہ ہے کہ قربانی میں اصل  
کارِ ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے، اسی لئے  
جب تک جانور سے یہ اصل غرض حاصل نہیں  
ہوتی اس سے ہر قسم کا انتفاع مطلقاً منع ہے، وہ  
یہ ہے کہ اون اور دودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں  
نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض  
حاصل ہوگی تو اس کے تمام اجزاء سے ہر قسم کا انتفاع  
جائز ہوگا، لیکن قربانی شدہ جانور کو کلاً یا بعضاً  
کسبِ زر کے لئے بیچنا، اس کو قرابت اور  
کارِ ثواب سے بھیر کر دنیا کی طرف موڑ دینا ہے،  
اور کارِ ثواب اور حصولِ زر میں منافات ہے،  
اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منع ہوگی، اور  
جو روپیہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مالِ خبیث  
ہوگا اور مالِ خبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے  
اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی  
منافات نہیں کہ یہ بھی کارِ ثواب اور وہ بھی کارِ ثواب  
قریب ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے، تو اس سے  
حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہذا یہ بیع بھی  
حرام نہ ہوگی۔ اسی بات کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ  
نے بنایہ میں ارشاد فرمایا، ”جس چیز سے انتفاع  
اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہوا ایسی چیز سے بیع  
حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے  
جانور میں تمولی کی غرض سے تصرف ہوا حالانکہ وہ جانور

الشن حصل بفعل مكره فيكون خبيثاً  
 فيجب التصديق له وبه تبين  
 وان كانت بينا بنفسه ان ليس  
 كل تبدل بمستهلك تمولا والا لما جاز  
 البيع بالدرهم بنية التصديق  
 ايضا المصدق التمول عليه حينئذ  
 فيكون تصرفا ممنوعا خبيثا وهو  
 خلاف المنصوص عليه ويكون  
 التصديق اذ ذاك لانزاله الخبث  
 والخروج عن المأثم لا لاكتساب  
 الثواب والتقرب الى رب الامر باب  
 ولا يجوز له فيه رجاء القبول  
 فان الله طيب لا يقبل الا الطيب  
 ولو رجاء لباء باثم على اثم فان  
 ارتجاع القبول في مال خبيث  
 اثم بعياله كما صرحوا به  
 وهذا صله باطل بالبداهة

قول کی جہت سے نکل کر ہمیشہ کے لئے قرب کی جہت  
 میں داخل ہو گیا ہے، تو جب اسے بیع کر کے کسب کیا  
 کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ  
 قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ غبیث  
 ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔  
 سوال و جواب | یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تو  
 سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کمال کی بیع بطور  
 قول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت  
 غبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز  
 کے بدلے بچپنا جو برتنے سے ختم ہو جائے یا  
 بھی بیع بطور قول ہے، تو کارِ ثواب کے لئے  
 بھی اس طرح بچپنا بطور قول ہوا، جس کو ناجائز  
 ہونا چاہئے، اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔  
 جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی  
 کا کلام کر رہا ہے کیونکہ انھوں نے تصدیق کے لئے  
 مستهلك سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، حالانکہ  
 اس پر بقول آپ کے بیع برائے قول صادق آنا

کیونکہ قول اپنے لفظ کے اعتبار سے  
 مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی  
 ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲  
 قدس سرہ۔

عہ فان نفس لفظ التمول يدل بعبارة  
 على المال وبهياتة على تحصيله  
 لنفسه كما لا يخفى ۱۲ منه قدس سرہ۔

قُلْتُ ان لیس کل تبدیل بمستهلك تمولا و  
ان البیعم للتصدق خارج عنه فكذا السائر  
القرب اذ لا فارق يقضى بكون هذا تمولا  
وذلك غیره ومن ادعاء فلیات ببرهان علی  
دعواه ولم یقدر علیہ ان شاء الله۔

پھر بھی امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہو گیا کہ مستهلك سے بیع مطلقاً قبول کے لئے نہیں  
فان قال قائل انما جاز البیعم  
للتصدق لان للوسائل حکم المقاصد  
فالبیعم للتصدق مثل التصدق و  
التصدق جائز فكذا البیعم له۔

قلت كذا لك البیعم للتقرب  
مثل التقرب والتقرب جائز فكذا البیعم  
له بل يلزم علیہ جواز البیعم  
للاكل ایضا لجوانه الاكل بنص القرأت  
العظیم فالحق فی التعلیل ما قد منا  
عن الامام الزیلعی من انه قربة،  
وحینئذ لابد من کلیة الکبری  
القائلة بان کل قربة تجوز ههنا  
ینتج ان البیعم للتصدق یجوز  
ههنا وبه یتضح جواز سائر  
القرب وضوح الشمس فی  
رابعة النهار هذا و للعبد  
الضعیف لطف به القوی اللطیف

چلے، اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا قصد  
بلا نیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال غنیمت کا  
حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ باطلے کا  
ہونا چلے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں  
تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوئی  
ہو گیا کہ مستهلك سے بیع مطلقاً قبول کے لئے نہیں  
ایک اور سوال و جواب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی  
غرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ  
کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مقصد کا ہوتا ہے  
وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے تو اس کا وسیلہ  
بیع بھی جائز ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر  
کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سائے کا ثواب  
جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے  
بلکہ اس توجیہ سے تو اشیائے مستهلكہ کے عوض بیعنا  
بھی جائز ہونا چاہئے، مثلاً غلہ کے عوض کھال بھی  
اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا  
جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم  
مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ  
اس بیع کے ناجائز ہونے کا جزئیہ کلام ائمہ میں  
موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ  
وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے



تقریر آخر شامل و اظہار لیان الفرق  
تطہر بہ المسائل جمیعاً ان شاء  
اللہ تعالیٰ۔

کہ حصول زر اور تمول کی غرض سے بیع ناجائز ہے  
اور مقاصد خیر کی غرض سے جائز، جیسا کہ امام زلیحی  
نے اس کے جواز کی علت میں فرمایا "ولانہ قربۃ"  
(اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے) اور منطقی کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے  
کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا "ہر قربت جائز ہے" تو بات نصف النہار کی طرح واضح  
ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے بیع جائز ہے، واللہ الحمد۔

فاقول وبالله التوفیق الجہات  
ثلث، الاکل والادخار والاشتجار وهو  
طلب الاجربای وجہ کامت فقد  
اخرج ابوداؤد فی سننہ بسند صحیح  
رواہ کلہم من رجال الصحیحین  
ما خلا مسدداً وافتقہ حافظ من  
شیوخ البخاری عن نبیۃ الخیر  
الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم انا کنا نہیناکم عن لحومہا  
ان تاکلوها فوق ثلث لکی تسعکم  
جاء اللہ بالسعة فکلوا وادخروا و  
استجروا الا وان ہذا الایام ایام اکل و  
شرب و ذکر اللہ عزوجل آم والاشتجار  
باطلاقہ یثمل الصدق وسائر وجوہ التقرب  
کما لا یخفی فان فسرہ مفسر بالصدق  
فلیکن الصدق فی کلامہ بالمعنی الاعم علی  
ما سیأتیک تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دوسری تقریر | شرعاً قربانی کے مصرف کی تین  
جہتیں ہیں، اکل (کھانا)، ادخار (حسب کرنا)  
ایستجار (کارِ ثواب) میں صرف کرنا ہے کون سا بھی  
کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابوداؤد نے ایک ایسی سند  
سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ  
میں ہیں، ایک صاحب حضرت مسدداً ایسے نہیں  
تو وہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے  
اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبیشہ  
ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "احضروا  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا  
گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع کرتے  
تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب  
اللہ تعالیٰ نے کسادگی فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع  
کردو اور کارِ ثواب میں صرف کرو۔ سنو یہ دن  
ہی کھانے پینے اور ذکر الہی کے دن ہیں"  
تو اس حدیث سے مطلقاً ہر کارِ ثواب کیلئے  
بیع جائز ہوا۔



فان قلت الوارد في حديث احمد  
والبخاري ومسلم وغيرهم عن  
ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى  
عنها قوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم كلوا وادخروا وتصدقوا ،  
فليحمل الاستجار على التصديق  
لاتعداد الحكم والمحادثة -

قلت كلا فان الامر ههنا  
ليس للوجوب باجماع عامة علماء  
الامة ، منهم ساداتنا الائمة الاربعة  
رضي الله تعالى عنهم ، وقد نصوا  
في غير ما كتاب ابن ابي اكله كيد  
ولم يتصدق بشئ منه لاشئ عليه  
ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد  
لا ينافي الترغيب والترخيص في مطلق ،  
فلا معنى للحمل ولاداعي اليه -

وسر المقام ان الحمل عندنا  
ضروري لا يضر اليه الا لضرورة وهو  
ان يتبنا نعا بحيث لا يمكن العمل بهما  
اما حيث لا تنافع فنحن نجري المطلق  
على اطلاقه حملا للفظ على  
ظاهرة وعملا بالدليل بتسامه ، قال  
المولى المحقق على الاطلاق

سوال وجواب | اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کارِ ثواب سے  
مراد وہی فقرار پر صدقہ کرنا ہے ، تو ہمیں اصرار ہے کہ  
حدیث شریف کا لفظ ایستجار تمام امور خیر کو عام ہے  
اس کو تملیک فقرار والے صدقہ میں منحصر کرنا حکم ہے  
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ  
خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں ، بخاری و مسلم  
وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس  
میں ایستجار کے بجائے تصدقوا کا لفظ ہے ، تو  
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم  
لفظ ایستجار (کارِ ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ  
اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو  
تو عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے ، اور یہاں پر  
ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے  
جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں جگہ ایک ہی ہے ،  
بس فرق یہ ہے کہ البداءہ و شریف کی حدیث میں  
صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں  
صدقہ خاص کا ، لہذا یہاں ایستجار سے مراد صدقہ  
ہی ہے -

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ  
جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر  
محمول کیا جائے گا ، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر وقت  
مستحب کو عام ہو ، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدر  
اجیب عنایانا انما نحمل فی الحادثة الواحدة  
للضرورة الخ و قال فی تشیید هذا الجواب  
تحقیقه ان الحمل لما یجب الا للضرورة  
وهی المعارضة بین المطلق والمقید الخ  
فالمناع عند التنقیح هو التمانع  
دون اتحاد المحکم والحادثة۔

خاص ہے کہ احکام واجبیہ میں اتحاد حکم و واقعہ کے  
وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی  
کے معرّف کے سلسلہ میں جو حکم ہے استثنائی ہے،  
اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے، لہذا  
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک  
کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس  
حدیث میں تصدیق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد  
لیں گے، اور جس میں مطلقاً کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا مزید یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے  
یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے محل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی  
بالکل ضرورت نہیں۔ امام ابن جام فرماتے ہیں: "حادثہ وارد میں مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت  
ہے، جب مطلق اور مقید کے حکم میں تعارض ہو تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے کہ مجبوری ہے۔"  
تو ثابت ہوا کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں  
حکموں کا تعارض اور منافاة ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند  
مثالیں پیش کرتے ہیں:  
(الف) تلویح وغیرہ میں ہے: "مطلق اور مقید  
اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو  
مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ایک شئی  
کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو  
حمل کی ضرورت نہیں؟"

يجزى من ذلك من عاشر عرائس نفائس  
عبارة اتهم فقد حكموا ان لا حمل ان  
ومرءا في السبب اذ لا تجاذب في الاسباب  
ولا ان كان منفيين لامكان الجمع  
بالامتناع مطلقا، وانه يحجب الحمل  
ان اتيا في حكيم مختلفين  
يوجب احدهما تقييد الآخر

بتوسط لائزم، وذلك كانت ينفي  
المقيد لائزم اطلاق المطلق فينتفي  
بانتفاشه فينتقيد لامحالة كما  
في اعتق اعنى مراقبة ولا تسلكنى  
مراقبة كافرة فان النهى عن  
تخليك كافرة ينفي جواز اعتاقها  
عنه، اذ لا اعتاق عنه بدون  
تخليكها عنه -

وقد اجابوا القائلين بالحمل  
في الاسباب واختلاف الحوادث  
بعد التفاضل كما في  
التلويح وغيره، وعلوا وجوب  
الحمل عند الاتحاد بامتناع  
الجميع ممثلين له بقوله تعالى  
فصيام ثلثة ايام مع قرادة  
ابن مسعود رضى الله تعالى عنه  
بزيادة متتابعات، قالوا فان  
المطلق يوجب اجزاء غير المتتابع  
والمقيد يوجب عدم اجزائه كما  
في التوضيح وغيره فقد افادوا ان  
الحمل خاص بالايجاب دون  
الجواز والاستحباب، ولذا

(ب) تلويح میں اسباب متعدد اور اختلاف حوادث  
کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو  
جواب دیتے ہوئے فرمایا، "اگر ایک ہی حادثہ  
میں ایک حکم میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں  
مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا  
کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل مراد  
دونوں کی نفی ہے۔

ہاں دو ایسے مختلف احکام میں مطلق کو مقید  
پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی  
تقید کو مستلزم ہو جیسے کسی نے کسی سے کہا ہمارا  
طرف سے ایک غلام آزاد کرو اور مجھے کسی مشرک  
غلام کا مالک نہ بنانا۔ ایسی صورت میں آمر کی  
طرف سے صرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائیگا  
اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن مشرک غلام  
کی ملکیت کی نفی نے تملیک کو صرف مسلم غلام  
تک خاص رکھا، اور اُسے مالک بنائے بغیر  
اُس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا  
مالک بنا سکتا ہے، یعنی مسلمان کا، اُسی کو  
آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہو۔

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے  
مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا گیا،  
"اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے



رکھنے کا حکم دیا، متفرق طور پر ہو یا مسلسل، اس سے  
کچھ تعرض نہیں کیا صیام ثلثۃ ايام (تین روزہ کا  
روزہ) لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ  
عندہ کی قرارت ثلثۃ ايام مُتتَابِعَات (مسلسل  
تین دن) آیا، یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض  
حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے  
کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھ لے لو کفارہ کے لئے  
کافی ہوگا، اور متتابعات کا تقاضا یہ ہے  
کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس لئے یہاں  
مطلق کو مقید پر حل کیا جائے گا۔

تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب  
کے ساتھ خاص فرمایا۔

(د) یہی بات باب علی بحر العلم رضی اللہ تعالیٰ  
عندہ نے فوائج الرحموت میں فرمائی: ”مصنف کی  
جہارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر  
عمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے، احکام  
مستحبہ اور مباحہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق  
اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض  
نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا  
تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا  
اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی مجرم نہیں کیا، اس  
تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

قال المولى بحوال العلوم فملك العلماء  
عبد العلى اللكنوى قدس سره في فوائج  
الرحموت شرح مسلم الثبوت، فيه  
اشارة الى ان الحمل انما هو اذا كان  
الحكم الايجاب دون السلب او الابطاح  
او لا نهال في الاحية المطلقة و  
المقيد بخلاف الابطاح فان  
ايجاب المقيد يقتضى ثبوت  
المواخذة بترك القيد و ايجاب  
المطلق اجزؤه مطلقاً، قول  
الامام السعفاقي في النهاية على  
ما نقله في البحر مقيد عليه بل  
متسبكا به من ان الاصح انه لا يجوز  
حل المطلق على المقيد عندنا لا في حادثة ولا عادت حتى  
جوز ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه  
التيمم بجميع اجزاء الارض بحديث  
جعلت لي الارض مسجداً و  
ظهر ما اولم يحمل هذا المطلق  
على المقيد وهو حديث التراب  
ظهر ما اولم قلعله اس ادفعي نزعهم من  
نزعهم ان مذهب اصحابنا رضي الله  
تعالى عنهم وجوب الحمل عند اتحاد

فوائج الرحموت شرح مسلم الثبوت بذيل المستصفي فصل المطلق ما دل على فرد غشوات الشرف الرضوي قم ايران ۳۹۲  
بحر الرائق كتاب البيع فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدار ايچ ایم سيدي کمپنی کراچی ۲۹۹/۵

الحادثة مطلقا ، فافاد ان ليس هذا <sup>۵۲</sup> مقيدان ليا جاتا ہے۔

من المناطق في شئ بل لا يجوز في حادثة  
ايضا اي ما لم يتما لعا فيضطر اليه لدفع  
التعارض ، الاتي ان امامنا الاعظم  
رضي الله تعالى عنه له يحمل المرض  
على التراب مع اتحاد الحادثة وعلى هذا  
التقرير لا يتجه ما اورد عليه العلامة المحقق  
محمد بن عابد بن الشامي قدس سره السامي  
في رد المحتار كما اوضحته فيما علقته  
عليه وللجهد الضعيف ههنا بحث شريف  
لولا غواية المقام لاتي به۔

ہی تیم جائز قرار دیا، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سنائی ان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں  
کہ حنفیوں کے نزدیک اتحاد حادثہ و علم ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا حالانکہ دار و مدار حادثہ  
واحد یا متعددہ پر نہیں، تعارض پر ہے، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر محمول  
کیا جاتا ہے، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر محمول نہیں کیا کہ ان  
دو حکموں میں کوئی تعارض نہیں۔

(یہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھ ہوئے اپنے  
حاشیہ میں دیا ہے)

ایک اور دلیل | یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح  
روایت کیا،

(۱) کلو (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) ادخروا (جمع کر)  
اور امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت  
بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی،

على ان لقائل ان يقول ان الاتجار ههنا  
لوحمل على التصديق لكونه معه كالمطلق  
مع المقيد فكذا لك يجب حمل الاطعام  
الوارد عند احمد والشيخين وغيرهم في  
حديث سلمة بن الاكوع رضي الله تعالى عنه  
ككلاوا واطعموا وادخروا، و

صحيح البخاري كتاب الاضاحي باب ما يוכל من لحوم الاضاحي قديمي کتب خانہ کراچی ۸۳۵/۲





كما سيرد عليك تحقيقه  
ان شاء الله تعالى كما تلتئم  
وترد مورد واحد ، و  
الاحاديث يفسر بعضها بعضها  
وبالله التوفيق .

حدیث کا لفظ "ایستجدوا" عام نہیں بلکہ حضرت  
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی طرح  
اس سے مراد خاص صدقہ تمغی کی ہے (یعنی جس  
میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے) تو سوال  
یہ اٹھتا ہے کہ بقیہ تغینوں حدیثوں میں لفظ "ایستجدوا"

کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے، تو اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "تصدقوا"  
سے وہی نسبت ہوئی جو ایستجدوا کو ہے، تو لازم ہوگا کہ اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے، اور  
اطعام میں بھی اباحت کافی نہ ہو تمغیک ضروری ہو، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا  
گوشت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے تو یہ ناجائز ہوگا جب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے، جبکہ  
تمام علماء کا اجماع ہے کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح دوسروں کو دے سکتا ہے اسی طرح بطور  
اباحت و عورت بھی کر سکتا ہے، اور اگر حدیث کے لفظ اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو ایثار کو کیسے  
محمول کرتے ہیں۔

افترض ان سب حدیثوں پر جتنا غور کیا جائے گا یہ حقیقت ٹھٹھتی جائے گی کہ تصدقوا سے مراد  
صدقہ خاص نہیں، بلکہ عام طور پر ہر کارِ ثواب مراد ہے چاہے اس میں تمغیک ہو یا نہ ہو۔

تاہد مزید اور الھامی پسندوں کے لئے تو  
صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے  
جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر مفہوم صدقہ  
سے کرتے ہیں، عبارت ان کی یہ ہے: "مستحب  
یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ٹلٹ سے کم نہ ہو،  
کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو احادیث  
سے ثابت ہیں، کھانا اور جمع کرنا، اور عیسوی چیز  
اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الہی  
ہے: اطعموا الناعم والمعتور (کھلاؤ صابر اور مانگنے

وناھیک قول الامام الجلیل  
صاحب الھدایۃ فیہا یستحب ان  
لا ینقص الصدقۃ عن الثلث لان  
الجمہات ثلثۃ الاحکام والادخار کما  
ہوینا والاطعام لقولہ تعالیٰ  
واطعموا الناعم والمعتور، فانقسم  
علیہا اثلثا ام، و معلوم ان  
الاطعام لا یقتصر علی التملیک لا لغۃ  
ولا شرعا وقد اجمعوا ہنہنا علی

جواز الاباحۃ بل نصوص ان کل ما شریع  
 بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحۃ لما سیأتی  
 فاین تعیین التملیک تدعون ، ثم رأیت العلامة  
 الاتعافی فی غایۃ البیان قال فی شرح هذا  
 الکلام وذلك لان الآية والمختبر تضمننا جواز  
 الاکل والتصدق والاعتذار فكانت الجهات  
 ثلاثاً فانقسمت علیها ثلاثاً اولها و معلوم ان  
 لیس فی الآية الا لفظ الاطعام المجمع علی  
 شموله للاباحۃ ، وقد عبر عنه بالتصدق  
 فاعلم ان التصدیق المذكور ههنا هو  
 المحمول علی الاتجار دون العکس  
 والله العوفی ۔

والے فقروں کو، تو جب جہتیں تین ہیں تو گوشت  
 بھی تین حصہ کر لیا جائے۔

اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا  
 حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت  
 میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ  
 بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تملیک  
 ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لغتاً، بلکہ سبب بالاتفاق  
 اطعام میں اباحت کو جائز رکھا، بلکہ یہ تصریح کی کہ  
 جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی،  
 امام اتعافی اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں،  
 ”قرآن و حدیث نے جب کھانا، صدقہ اور  
 جمع کرنا جائز قرار دیا، تو جہتیں تین ہوئیں، لہذا  
 گوشت کا بھی تین حصہ کرنا چاہئے۔“

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل  
 ہے، اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدیق ہی عام معنی  
 میں مستعمل ہے، اور اس سے ہر قسم کا کاربیر مراد ہے۔

ایک شہد اور اس کا جواب | امام حاکم نے اپنی  
 مستدرک میں سورۃ حج کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ  
 عنہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے،  
 امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، حاکم  
 نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا، لیکن امام  
 ذہبی نے تلخیص میں اس پر جرح کی، جو کچھ بھی ہو یہ

ثم ان الحاکم ودی فی تفسیر سورۃ الحج  
 من مستدرکہ بطریق مزید الجواب عن  
 عبد اللہ بن عیاش المصری عن الاعرج  
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 من باع جلد اضعیثہ فلا اضحیۃ لک

لہ غایۃ البیان

لہ مستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج

دار الفکر بیروت

ورواه البيهقي ايضا في سننه الكبرى ،  
قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه  
قلت وهذا وان مرده الذهبي في  
التلخيص فقد تلقاه العلماء بالقبول ، و  
بهذا يتقوى الحديث وان ضعف سنداً ،  
بيد انهم كما ترى لا يجرون على اطلاقه ، فقد  
اتفقوا على جواز البيع بالتصدق ، ونصب  
اُمتنا في الصحيح عندهم على جواز البيع  
بما يبقى ، فكان الشأن في تنقيح معنى الحديث  
وانا اقول وبالله التوفيق من تأمل  
نظم الحديث وامعن النظر في القواعد  
الفقهية ، الجاء ذلك الى الجزم بان  
المراد بيع خاص لا مطلق التبدل كيف  
كان ، كيف وان التصديق من مقاصد  
لاضحية المأذون فيها شرعاً ، وان للتبدل  
حكم البدل وقد ثبت شرعاً جواز دفع القيمة  
في تركوة وفطرة و نذر وكفارة كما نص  
عليه في الهداية والكافي والكنز  
والتنوير وغيرها عامة كتب المذهب  
فاذا جاز هذا ، والصدق قامت  
واجبة ، فلأن يجوز وهي نافلة  
اولى فافهم ، اما عدم جواز ذلك  
في الهدايا والضحايا بان لا يريق الدم

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے  
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنا دیتی ہے  
الفاظ حدیث کے یہ ہیں  
من باع جلد اضحية فلا ضحية له  
(جس نے قربانی کی کھال بھی اس کی قربانی نہیں)  
اس حدیث سے اگر کسی کو مشبہ ہو کہ اور غیر  
کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوئی  
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے اطلاق پر  
نہیں جس کے خارجی ، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے  
شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس  
امر پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے  
اور خاص علمائے احناف تو باقی رہنے والی چیز  
کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں اور  
ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق  
نہیں کر سکتے ، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک  
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی  
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیئے ہیں  
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے ، اور ان روئے  
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا  
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غذا ، چاندی  
سونہ وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے ، اسی طرح اہل



قیمت بھی، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اسکی قیمت کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیلی شعبہ اور اس کا جواب | اصل قربانی میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شہد عا جائز نہیں، قربانی ہی کرنی ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانا ہوتا ہے جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اور چونکہ قربانی کا حکم قلاعہ قیاس ہے، اس لئے اس میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ تجرید آیہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور گوشت اور کھال کا مقصد صدقہ ہے، اس لئے قیمت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بطور شرط و جزا وارد ہوئی، شرط یہ جملہ ہے، ”جس نے قربانی کی کھال بھی“ اور جزا یہ ہے، ”اس کی قربانی نہیں ہوئی“۔

پس اس جزا کا تقاضا یہ ہے کہ شرط ایسی چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے۔ اور قربانی قربانی نہ جائے، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو، یعنی شرط ایسی بیع ہوگی جو ثواب کھلے نہ ہو، اور وہ بیع جو حصول ثواب

ويعطى القيم ، فان القرية فيها بالاراقة  
دونت التصديق ، وهي غير معقولة ،  
فلا تستبدل ولا تتقوم ، كما افاده  
في الهداية والبحر وغيرهما  
ثم انا نجد الجزاء اي فلا اضحية  
لله اعظم شاهد على عدم  
الاطلاق ، فان من باع  
للتصدق فقد اتى بما كان  
مندوبا اليه في الاضحية ،  
فكيف يجازى بانتفاء قرية مع  
انه لم يزد على القرية الا  
قرية مطلوبة في خصوص  
المحل ، وقضية الجزاء ترتيبه  
على فعل يتا في التضحية و  
ينفي الاضحية على ما فيه من  
التاويل لكونه في معنى الرجوع  
عن القرية ، فلا يمكن ان يكون  
من باب القرية ، بل ولا من  
باب الاكل والادخار فان  
الشرع قد مخصص فيهما ايضا  
مثل الاستجار ، ولو كان فيهما ما ينافي  
الاضاحي ويصح ان يترتب عليه نفى  
الاضحية ، لما اذن فيهما ، فعند

ذلك رأينا ان المراد هو البيع بحيث يخرج  
عن جميع ما رخص له الشرع فيه، وما هو  
الا البيع بمستهلك لا كالتبديل  
الى قرية فان الاكل وهو الانتفاع  
به عاجلا قد ذهب بنفس  
التبديل، والا دخارا لكونه  
لا نفع به ببقائه، والا متجار  
لعدم التقرب فخرج عن الوجوه  
الثلاثة الشرعية، فكان هو الملحوظ  
بالنهي المورث للخبث الموجب  
للتصدق، اما اذا باع ما ينتفع به  
باقيا فالاكل وان لم يكن  
ان لم يكن فالادخار باق، لان  
البديل ينوب المبدل وهو مبيع  
فيكون مدخرا، وكذا اذا باع  
بمستهلك لقربة فالاكل والادخار  
وان ذهب فالاشتجار حاصل  
وهو افضل الوجوه فلا معنى  
للمنوع وبه ظهرات مانع  
فيه ادخل بالجواهر من البيع  
بباق وهو مصرح بجوارحه  
في غامضة كتب المنه

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز  
سے ہو، یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افعالی  
لا اضحیة له (اس کی قربانی نہیں) کی شرط  
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی  
بیع مراد ہوگی جس کی کھال یا گوشت کو قبول کیلئے  
بیچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد  
غلط فہم ہو گئے، بیع کی صورت میں کھانا مفتی  
ہو گیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (جمع کرنا) اس لئے  
مفتی ہو گیا کہ ایسی چیز کے عوض جیسا جو باقی رہنے  
والی نہیں ہے کہ کھائے کہ بدل اصل کا قائم مقام  
ہو جائے اور طلب ثواب اس لئے مفتی ہو گیا کہ یہ بیع  
محل اور کسب زر کی غرض سے ہوئی تو ایسی  
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد مفتی  
ہو گئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہو گیا کہ لا اضحیة  
له (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو  
قیمت حاصل ہوئی خبیث ہوئی، تو اس کا صدقہ  
واجب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز  
سے بدلا تو اکل و ثواب تو ضرور مفتی ہوا، مگر  
ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی  
رہنا ہے، اور ہلاک ہونی والی چیز سے بدلے ثواب

ادخار اور اشتجار دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ  
اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

عن الادخار والاشتجار كلاهما بالنصب عطفًا  
على الاكل ۱۲ منہ قدس سرہ۔

فانكار جود انما هذا انت ليس تحكما  
فما ذا ، وانت اذا تأملت ما القيت  
عليك ، واخذت الفطاسة  
ببيديك وجعلت الانصاف بين  
عينيك ، لعلمت انت هذا هو الغنى  
المفهوم من الحديث ، ف اول النظر  
حكما بعد الطلب الحديث فانت  
المتبادر من سياق اللفظ انت يكون  
بيعه للانتفاع لانه عقد موضوع

بیجا، تو اکل و ادخار تو ضرور منتفی ہوا، لیکن طلب  
ثواب اب بھی باقی ہے، اور یہ ان وجوہ ثلاثہ  
میں سب سے افضل ہے، تو یہ جائز ہوگا،  
اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے۔  
ایک آسان بات | یہ لمبی اور دقیق بحث ترک  
بھی کر دی جائے تو یہ ایک آسان اور سامنے کی  
بات ہے کہ لفظ بیع انتفاع کے لئے بیچے پر دلالت  
کرتا ہے، مگر نہ عقد بیع کی وضع ہی اسی غرض کیلئے  
ہوتی ہے اور یہی لفظ بیع بالدر اہم کی طرف بھی اشارہ

عہ ثم بعد زمان لما من المولى سبحانه  
وتعالى على بشراء غايية البين لعلامته  
الاتفاقى رأيتہ نقل عن الامام و شيخ  
الاسلام بكل ما يشيران هذا الذم  
نحوته اليه حيث قال قال شيخ الاسلام  
خواهر نراة رحمه الله تعالى في مبسوطه  
اما اللحم فالجواب فيه كالجواب في المجلد  
ان باعه بالدر اهم تصدق بثمانه وان  
باعه بشئ اخر ينتفع به جاز كما في  
المجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالى  
البيع في حق المجلد دون اللحم لانه  
بنى الامر على ما هو الغالب وفي الغالب  
كما ينتفع بعين المجلد يباع بشئ اخر  
ينتفع به وفي اللحم في الغالب ينتفع به

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا  
علامہ تعالیٰ کی غایۃ البیان خرید لینے کا، اسے  
میں نے، لکھا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے  
وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ  
کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام  
خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوط میں  
فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کھال  
میں ہے کہ اگر در اہم سے فروخت کیا تو صدق  
کرے اور اگر کسی اور نفع اور چیز سے فروخت کیا  
جائز ہے جیسا کہ کھال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ  
تعالیٰ نے صرف کھال کے متعلق بیع کا حکم  
اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج  
پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر  
جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت  
(باقی بر صفحہ آئندہ)



لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم  
لان البيع المطلق ، والبيع من كل  
وجه اما المقايضة فتستوي فيه جهتا  
البيع والشراء ، اما سائر المستهلكات  
ففي حكم الدراهم ، ولذا جعلها في  
الهداية هي الاصل ، وقال في سائرهن  
اعتبارا بالبيع بالدراهم هذا كله  
ما خطر بالبال مستعجلا ، فانعم الفكر  
منصفا متأملا ، فان وجدت شيئا يعرف  
ويتكر فلم آل جهدا في اتباع الغرض من  
اشية النظر ، والله الهادي الى سواءى  
الفكر.

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصل ہے ، اور  
اشیاء سے تبادلہ میں تو بدلیں پر قیمت اور بیع  
دونوں ہونے کا احتمال رہتا ہے ، اس لئے صرف  
لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے  
کافی ہے کہ حدیث میں لفظ ”من باع“ سے  
خاص وہی بیع مراد ہے جو دراهم کے بدلے اپنی ذات  
کے قول و انتفاع کے لئے ہو۔

مشہد اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر  
مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بچنا منع ہے  
تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر  
غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع منوع بالدرہم  
ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستملکات کے

ساتھ بیع کی ممانعت دراہم کے ہی بیان ہو کر ہے ، اصلہ نہیں ، اسی لئے تو ہدایہ میں دراہم کو ہی اصل  
قرار دیا ، اور بقیہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ، اعتبارا بالبيع بالدراهم (دراہم کی بیع پر قیاس  
کرتے ہوئے)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا يباع اء فاشا من ان المراد بالبيع هو  
الذى يقصد به الانتفاع ۱۲ منه قدس  
سورة .

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ  
اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے  
فروخت نہیں کیا جاتا اء ، تو اس سے اشارہ ہوا  
کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع  
مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سورة۔ (ت)

(تنبیہ نفیس) اقول وبهذا التحقيق استبان والحمد لله معني قول الهداية لو باع الجلد او اللحم بالدرهم او بما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بشمته ثم فانما معناه اذا باع بها لاجل الانتفاع لا البيع بها مطلقاً فانه رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته في الاول والاخرى قال ولا يعمل منه آلة تستعمل في البيت، ثم قال ولا باس بان يشتري به ما ينتفع به في البيت بعينه مع بقائه، ثم قال ولا يشتري به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه وقال في تعليقه اعتباراً بالبيع بالدرهم، قال والمعنى فيه انه تصرف على قصد التمول، ثم قال ولو باع الجلد او اللحم ثم فكلامه كله، بدؤه وشناؤه وفتحده وانتهائه في البيع لاجل الانتفاء لا مطلق البيع، كيف ولو اريد المطلق لساخ قوله ولا يشتري به ما لا ينتفع به الا فان شراء ذلك لاجل التصديق جائز قطعاً ولما صح قوله اعتباراً بالبيع بالدرهم لمثل ما بينا

عبارت ہدایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل واضح ہو گئے اور مانعین کا استدلال باطل ہو گیا، اگر جلد یا گوشت کو درہم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا جائے ختم کے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے یہ فرمایا کہ کھال سے گھر کا کام کے لئے کوئی سامان بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اس سے بدل بھی سکتے ہیں، تو ان دو مسئلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال میں خرچ ہو جائے، تو یہ ممانعت بھی ذاتی استعمال والی ہی بیع کے لئے ہوئی، اب اسی بیع کی ممانعت کی علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدرہم کی طرح ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدرہم مراد ہوگی، جو ممنوع ہے، صدقہ کے لئے تو درہم کے عوض بیچنا جائز ہی ہے، اور آگے اسی کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی تمولی ہے، تو یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پیکار کا اعلان کر رہا ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

و بطل تعلیلہ بانہ "تصرف علی قصد التمول"  
 فلیس کل بیع بالدرہم مہا یتصدق  
 علیہ ذلک کما اسلفنا تحقیقہ ، وقولہ  
 "ولو باع الجلد الخ" انما هو متفرع علی  
 تلك المسئلة فلا یراد بہ الاما ما ارید  
 بہا ، لانه لما بیعت عدم جوازہ نشاء  
 السؤال فقیل اذا لم یجوز هذا ،  
 فان فعلہ فاعل فماذا علیہ ، فاجاب  
 بانہ یتصدق بشمنہ ثم نشاء  
 السؤال بان قولکم هذا یفید صحة  
 البیع فکیف یحدث من باع جلد  
 اضحیته فلا اضحیة لہ" فاجاب "بانہ الحدیث  
 انما یفید کراهة البیع اما البیع جائز  
 لقیام الملک والقدرۃ علی التسلیم"  
 وهذا دلیل اخر علی ان  
 لیس الکلام فی مطلق البیع بالدرہم ،  
 فان البیع بہا لاجل التصدیق  
 لایکرہ اصلا ، وقد بیئت هذا ،  
 فانین من ہنا مولا نا العلامة العلائی  
 صاحب الدرر حیث قال بعد قول  
 المولی العززی رحمہما اللہ تعالی  
 "تصدق بشمنہ او مفادہ صحة البیع

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں ، ورنہ حضرت کی ان  
 عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے "ما لاینتفع بہ"  
 (جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے) اعتباراً بالبیع  
 بالدرہم (بیع بالدرہم پر قیاس کرتے ہوئے)  
 وانہ تصرف علی قصد التمول (یہ قول کی نیت  
 سے تصرف ہوا) اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ  
 کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الخ"  
 تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہو سکتا ہے ،  
 یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے ، گویا کسی نے پوچھا کہ  
 ذاتی اغراض کے لئے جو بیع بالدرہم ہوتی وہ تو  
 ناجائز ہوتی ، اب جو پیسہ اس سے حاصل ہوا کیا  
 کیا جائے ، تو فرمایا وہ مال خبیث ہے ، اس کا  
 صدقہ واجب ہے ، اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا  
 آپ کے حکم "یہ مال خبیث ہے" سے یہ پتہ چلتا ہے  
 کہ بیع ہوتی مگر فاسد ، اور حدیث مبارک "لا اضحیۃ  
 لہ" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے ،  
 تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ "الحدیث  
 انما یفید الکراہۃ" یعنی حدیث سے بھی بطلان  
 ثابت نہیں ، مراد کراہت ہی ہے ، کیونکہ بیع کے  
 تو تمام ارکان پاسے گئے کہ جانور بیچنے والے کی  
 ملک ہے ، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی دلا سکتا ہے  
 اس لئے بیع تو ہو گئی ، مگر قصد تمول اور عدم نفعانہ بدل



مع الكراهة، وعن الشاف بابطال لانه  
 كالوقف مجتبى آه فقد نص ابن  
 قول التنوير كالهداية تصدق  
 بشمنه "يفيد كراهة البیعم،  
 فمحال ان يكون الكلام في  
 مطلق البیعم بالداراهم، بل في  
 الصورة المكروهة فقط، وهي  
 السامرة في قوله "لا يشتري به  
 ما لا ينتفع به" الى قوله  
 "تصرف على قصد التمول"  
 ومن اوضح الدلائل على ذلك  
 ايضا تعليل الكافي شرحه في  
 لمسئلة الهداية بقوله لا معنى  
 التمول سقط عن الاضحية فاذا  
 تمولها بالبیعم انتقلت القرية  
 الى بدله فوجب التصديق آه  
 فافاد ان الكلام انما هو في  
 صورة التمول لا غير، ولذا  
 جاء تصوير المسئلة في التبيين  
 ومجسم الانهر وغيرهما من  
 الاسفار الغريبة لفظه "لا يبيعه

کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات  
 کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع  
 بالداراہم نہیں کیونکہ تصدق کے لئے بیچنے کو تو  
 سبھی جائز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے "صاحب درمختار" کے کلام کا  
 مطلب بھی واضح ہو گیا جو انھوں نے امام غزالی کے  
 قول "تصدق بشمنه" کی شرح میں فرمایا ہے  
 اس کا مفاد یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے  
 البتہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جانور  
 کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل  
 قرار دیا، اس عبارت میں اس بات کی صراحت  
 ہے کہ تنویر کا لفظ تصدق بشمنه بالکل ہدایہ کی  
 عبارت تصدق بشمنه کی طرح ہے، جو مطلب اس کا  
 ہے وہی تنویر کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صورت  
 میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو  
 بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا يشتري به  
 ما لا ينتفع به" سے تصرف على قصد التمول تک میں  
 مراد ہے۔

(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلائل  
 کافی شرح وافی کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

”قربانی کے جانور سے قول کے معنی کی نفی ہو جاتی ہے  
لیکن جب اس کو قول یعنی کسب زر کی نیت سے بچا  
تو اب پھر وہ اضحیہ سے نکل گیا، تو اب اس کا صدقہ  
واجب ہوگا۔“

تواضعوں نے تو نص ہی کر دیا کہ ممانعت کا حکم  
مسمورت قول میں ہے، کسی اور صورت میں نہیں  
اس نے اسی مسئلہ کو تبیین، مجمع الانہر وغیرہ  
کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا: ”کمال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے درہم کے عوض نہ بیچے۔“ تواضعوں نے

(۵) اور پانچویں صاحب ہندیہ کا یہ کلام کہ انھوں نے صاحب تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا: ”یہ  
مسئلہ اسی طرح ہدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے۔“ تواضعوں نے تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور  
ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے۔

اس کے بعد غایۃ البیان علامہ آقائی رحمۃ اللہ علیہ  
دیکھنے کی توفیق ہوئی تواضعوں نے تو ادایم کے  
سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں: ”ہدایہ  
کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کمال کی بیع کے بعد  
اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے  
حالانکہ قربانی سے کسب زر اور حصول زر کی غرض قاطب  
ہے، تو جب درہم سے اس کو بیچ دیا، تو اس کا  
صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معاوضہ سے  
کسی قسم کا تول نہ لازم آئے۔“

تواضعوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صاف

بالدرہم علی نفسه وغیرہ، فقد اوضحوا  
المرام، وانما احوال اوہام، وھذا دلیل  
مرابع علی ما ذکرنا، والخامس الموت واللہ  
یحب الموت، ان نقل کلام التبیین فی  
المندایۃ ثم قال ”وھکذا فی المندایۃ و  
الکافی“ اللہ فقد اوضح بملانیہ ان معنی  
کلام التبیین والمندایۃ واحد۔

کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا: ”کمال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے درہم کے عوض نہ بیچے۔“ تواضعوں نے

تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور  
ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے۔

ثم بعد من مان لعمان سبحة وتعالی علی  
عبدة الضعیف بشرأ غایۃ البیان  
شرح الہدایۃ للعلامة الاتقانی رحمہ اللہ  
تعالی، رأیتہ شرح کلامہ بما لم یبق للوہم  
مجاہلا، حیث قال یرید بہ ان القربۃ  
فانت عن الجلد بما باعہ ولكن الاضحیۃ  
ساقط عنها معنی التمول، فلما باعہ  
بالدرہم وجب علیہ التصدق بہما،  
لئلا یلزم التمول بشئ من الاضحیۃ او یدلکھا  
فافاد کالکافی وغیرہ ان المنطقی

۶/۶	المطبعة الکبری الامیریۃ بولاق مصر	کتاب الاضحیۃ	لہ تبیین الحقائق
۳۰/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس	لہ فتاویٰ ہندیۃ
			لہ غایۃ البیان

کر دی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو  
تمول کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع  
ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہونے کی نفی ہوتی  
ہے، تو وہ بیع اس حکمِ مانعت سے خارج ہو گئی  
جو اسے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو،  
والحمد لله رب العالمین۔

تو یہ امر واضح ہو گیا کہ ممنوع مطلقاً بالدرہم نہیں  
بلکہ جب تمول کے طور پر ہو یہی بدل میں خیریت پیدا  
کرتی ہے، اور اسی سے تصدق واجب ہوتا ہے  
اور کارِ ثواب کے لئے بیچنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ  
وہ کارِ ثواب کسی قسم کا ہو۔

میں نے بار بار یہی فتویٰ دیا اور اس موضوع  
پر ایک مفصل فتویٰ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا،  
اور دوسرا محلِ فتویٰ آئندہ سال ذی القعدہ میں  
دیا، یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی پوری حبلہ  
میں ہیں تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہندیوں کی  
ایک جماعت نے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں  
ان کا خیال ہے کہ کمال کی بیع درہم کے ساتھ  
مطلقاً ناجائز ہے، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی  
کیوں نہ ہو، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، وہ بھی  
اسی طرح کہ فقیر کو اُس کا مالک بنا دے، کسی بھی

ہو البیع للتمول، و زاد ان المراد بیع  
یقوت القربة فخرج البيع لاقامة قربة،  
فانه لا يفتوها بل يحصلها وهو تقرب  
لا تمول، فالتضع الصواب و زال الادياب،  
والحمد لله في كل باب، هكذا ينبغي التحقيق  
اذا ساعد التوفيق، ومن المولى تعالى هداية  
الطريق، فقد بان بنعمة الله جل وعلا ان  
البيع بالدرهم ليس مما يمنع مطلقاً بل  
اذا كان على جهة التمول، وهو الذي يورث  
الخبث وعليه يتفرع وجوب التصديق، اما  
اذا باع بها ليعصرفها في القربات، فذلك سائت  
وسائر وجوه القرب، مطلقاً حيث لا حرج  
في شيء منها۔

بذلك افتيت غير مرة وكتبت  
فيه فتوى مفصلة اذ سئلت عنه لتسم  
يقين من ذى الحجة عام الف وثلثمائة  
وخمس من هجرة من لولا ما صليت  
الخميس، ولا لاح قسم ولا بزغت شمس،  
ولا اقبل غد ولا ادبر امس عليه وعلى اله  
الغرا لكرام افضل صلاة واكمل سلام  
واخرى مججلة اذ ورد على السؤال  
لسبع خاون من ذى القعدة المحرام  
في العام الذي يلي ذلك العام



وہما مثبتتان فی المجلد الرابع من  
مجموعة فتاوی المباركة ان شاء الله تعالى  
اللقبة بالعتايا النبوية فی الفتاوی الرضوية  
جعلها الله تافعة للمسلمين ومقبولة لدى  
العالمين وحجة لعدة يوم الدين آمين  
الله الحق آمين۔

فقد ذلك نازعني شرذمة من  
المهندسين اكثرهم من الوهابية المبطلين  
سراعيين ان البيع بالدرهم مطلقا  
ولوللقرابات يوجب التصديق حتى لا يجوز  
له الصرف الى مانوي من القرب بل لا يخرج  
عن العهدة الا بالاداء الى الفقير على وجه  
التكليف، واحتج الاصاغر منهم على ذلك  
بعبارتي الهداية والدر المذکورتين  
وقد اصاهاوا لادبهما واشتتا عرش التحقيق  
على انه لا مساس لشيئ منهما بمنعهم القوم،  
فاغنانا ذلك عن الاسترسال مرة اخرى  
في رد كلا مهم، فانه لشدة وهن نفسه  
غنى عن ايها غير، فلئن سألتهم  
هل الكلام ههنا اعني في قول الهداية  
والدر في بيع يكره لافي غيره، ليقولن  
نعم، ولئن سألتهم هل البيع بالدرهم  
يكره مطلقا ليقولن لا، قل فاني تذهبون،  
ولئن قالوا في الاول لا، لقضت عليهم  
حجتهم نفسها بالخطأ والجهالة ولئن

دوسرے مصرف میں خواہ مصرف خیر ہی کیوں نہ ہو، صرف  
کرنا جائز نہیں، اصاغر نے تو ہدایہ اور در مختار کی  
انہیں دونوں عبارتوں سے سند پکڑی، جس کا مفصل  
بیان اوپر گزرا، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری  
نہ تھی، مان کی بات حد درجہ کمزور ہے، کیونکہ ان سے  
خود پوچھ دیکھو کہ ہدایہ اور در مختار کی عبارت بیع  
مکروہ کے بیان میں ہے، یا کسی دوسری کے  
بیان کے لئے، تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر  
ان سے پوچھ کیا کمال کی بیع مطلقا مکروہ ہے تو  
کہیں گے نہیں، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی  
رہ گیا ہے، اور اگر اول میں پلٹ کر جواب دیں  
کہ صرف بیع مکروہ کے نہیں، تو ان کا نفس انہیں  
خود جھٹلے گا اور ثانی میں اگر کہیں ہاں، تو  
ان کی بات خود انہیں کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ وہ بھی  
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور اگر  
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو  
نقص علمائے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

قالوا في الاخر نعم ، فكلما همهم انفسهم  
مناد عليهم بالبهت والبطالة ، فانهم  
ايضا معترفون بجوانب البسيع للتصدق من  
دون كراهة ، وان لم يعترفوا لانيناهم بيجنوا  
من نصوص العلماء لا قبل لهم بها ، فهاهيك  
بهذا القدر مثبعا لهم ، ومزيلا لوههم  
عرض بالهمم -

ولكن اقول لا غرو من نفر  
قاصرين لا يكا دون يميزون بين الغيث  
والسمن والرخيص والثمن والمدين والضمين  
والشمال واليمن ، انما العجب من كبرهم  
الكلو هي المدعى طول اتباع وعده التذرع  
على ما فيه من انواع الابتداء حيث  
نراء غباوة على الاتباع واخذ يتشبهت  
بما قد منا جبار في العيني والكافي " انه تصرف  
على قصد التمول " الى قوله " فيكون خبيثا

اگر یہ جھوٹے لوگ غلطی میں پڑ گئے جو موٹے اور دُبیے  
سنستے اور منگے ، اور دائیں بائیں کی تمیز نہیں  
رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی ، تعجب تو اس بات پر ہے  
کہ ان سب کے امام کلگو ہی صاحب جو طول باع  
و مدعی الطول کے مدعی ہیں انھوں نے کیسے یہ  
غوی دیا اور اپنی سبقت گمراہوں میں اضافہ کر لیا  
اور سند میں عینی اور کافی کی عبارت پیش کی ہدایہ  
اور دُر کی عبارت ہی ان کے خلاف محبت تھیں ،  
لیکن عینی اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریح رد ہیں

عن هذا كان اذا ذاك ثم توفى به الحال  
في الغواية والضلال فوقع في الكفر  
السيراح واختار الاستداد الصراح  
واستحب العس على الهدى نفع  
بالله من الهلاك والردى ولا حول و  
لا قوة الا بالله العلي العزيز الحكيم ۱۲ قدس  
سورة العزيز -

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر تھا پھر  
گمراہی اور ضلالت میں اس کا حال مزید  
ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد  
صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار  
کیا ، ہم ہلاکت و بربادی سے اللہ تعالیٰ  
کی پناہ مانگتے ہیں لا حول ولا قوة الا باللہ  
العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

فیجب التصدق، وانه اذا قولها بالبيع  
الى قوله فوجب التصديق فان كلامي الهداية  
والدار وان كانا حجتين عليهم لالهم،  
لكن لا كهاتين الناصتين بامث الكلام في  
صورة التمول لامطلق التبدل، لا سيما  
كلام الامام البدر العبد المذنب، است  
وجوب التصديق لاجل الخبث والخبث  
لكراهة البيع، وكراهة البيع بقصد التمول،  
فياليت شعري فيظن الرجل ان كل تبدل  
بمستملك تنول، فيحكم بكراهة البيع به  
مطلقا، ام لا يدري الفرق بين التمول  
والتقرب حتى يحتج على التصديق  
يجوز قياس البايين على البين، والخبث  
على الطيب، والمنهى عنه على المأذون  
فيه، بل المندوب اليه فهل هذا الاشئ  
نكرا، وامر امرا، وایا ما كان قاله الله  
الضراعة لمنع البراعة ومنع الشاعة -  
قال الرجل هذا الله تعالى الى ملك  
اهل السنة والجماعت، اذ اباع المضحي  
جلد اضحيته بالدرهم سواء كان البيع  
للتمول او بنية التصديق تعين تصديق ثمنه  
كالنذر وهذا هو معنى الصدقة الواجبة.

خصوصا ہدایہ کی عبارت میں تو تصدیق کی علت جہت  
کو قرار دیا ہے، اور جہت کی وجہ بیع کی کراہت کو  
تسلیم کیا ہے، اور بیع کی کراہت کی وجہ تنول کو  
گردانا ہے تو کیا یہ آدمی درہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً  
بیع متمول گردانتا ہے، یا تنول اور تقرب کا فرق  
نہیں جانتا، یا ضد کو ضد پر قیاس کرنے کو اور خبیث  
کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز  
پر اعتبار کرنے کو قرار دیتا ہے، یہ کتنی شیعہ بات ہے  
ہم خدا کی اس سے پناہ مانگ رہے ہیں۔  
رواۃ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت وجماعت  
کی ہدایت دے۔ اس نے کہا، قربانی کو نیلے نے  
جب جلد درہم کے عوض بیع دی تو تنول (کسب زر)  
کی نیت ہو یا صدقہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب  
ہو گیا جیسے نذر کا صدقہ واجب ہوتا ہے، عینی نے  
شرح ہدایہ میں کہا یہ قصد تنول پر تصرف ہے، اور قربانی  
کسب زر کا ذریعہ ہونے سے نکل چکی ہے، تو جب  
بیع کر کسب زر کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ یہ ثمن فعل  
محذوہ سے حاصل کیا تو خبیث ہو گا اور صدقہ واجب  
اور کافی میں ہے جب اس سے تنول کیا تو قرست کمال  
سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدیق  
واجب ہوا۔

اس کلام سے ہم از کم یہ بات واضح ہو گئی کہ شخص



تمول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے تبھی تو بیع  
تمول اور بیع تقرب کو دو علیحدہ قسمیں قرار دے کر  
حرف تردید سے بیان کیا کہ تمول ہو یا صدقہ کی  
نیت دام کا صدقہ واجب ہو گیا، ہاں لا علمی یا  
تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدق سے بدل  
دیا کیونکہ کلام تو مطلقاً کارِ ثواب کے لئے بیع کرنے  
سے متعلق ہے۔

الغرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات  
وہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف  
سے استدلال جائز ہے، اس استدلال کی کیفیت  
ایسی ہی ہے جیسے کوئی کعبہ عبادت خدا کی ہو یا غیر خدا  
کی، اب جائز ہے۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں  
ہے: لَا عِبَادَ إِلَّا لِعَبْدِیْ وَنَ، تو ما تعبدون  
دیکھا ہی نہیں لَا عِبَادَ سے استدلال کر دیا۔ اسی  
طرح صاحب کافی کی عبارت تو بیع تمول کی ممانعت  
میں ہے اور آپ نے مطلقاً بیع حرام کر دی۔

یہ تو عبارت کافی سے استدلال کا حال ہے،  
اور علینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے،  
اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدق اس لئے  
واجب ہے کہ مالِ خبیث ہے، اور یہ صورت بیع  
تمول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی،  
تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اندھیری رات

قال العینی فی شرح الہدایۃ انہ تصرف علی  
قصد التمول وقد خرج عن جہۃ التمول  
فاذا تمولہ بالبیع وجب التصدق لان  
هذا الثمن حصل بفعل مکروه، فیکون  
خبیثا فیجب التصدق اور فی الکافی فاذا  
تمولہا بالبیع انتقلت القرۃ الی بدلہ فوجب  
التصدق اور معریا ملخصا۔

أقول دلنا کلامک هذا علی تعیین  
الشق الاخير من الشقوق الثلاثة المارة  
فی قولی، یا لیت شعری فعرفنا بتردیدک  
ان لیس کل بیع يستهلك تمولا عندک  
وانک ما تریب التمول وغیرہ۔ وان بدلت  
التقرب بالتصدق جهلا منک، او تجاهلا  
مع علمک ان الکلام فی سائر القرب دون  
التصدق فاذا لا اجد لاحتجاجک بکلام  
الکافی مثلاً، الا کمنا ادعی ان من صلی  
اثم سواء کانت صلاته لله تعالیٰ او لغيره  
واحتج علیہ بقوله عز وجل "قل یا ایها  
الکفرون لا تعبدوا ما تعبدون" فان  
کان الدلیل یتم بان یکون اخص من المدعا  
مع عدم الماس بالجزم المقصود منه  
المتنازع فیہ اصلاً، فلا یری احد احد

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے اس شخص نے کہا، کافی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کمال کے دام کا تصدق واجب ہے تو وہ صدقہ واجبہ ہوا، اور اس کا مصروف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصروف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

المبطلین يعجز عن إقامة الدليل على دعواه هذا احتجنا بك بالكافي، أما التمسك بكلام البدر فبإك الله من أن تنقص درجة عن يدعي وجود الليل البهيم مسيل الاستار يحتج عليه بوجود الشمس في وسط السماء بانراة تبهر الابصار۔

قال فقد اتضح بهاتين الروايتين وجوب التصديق وإذا وجب الصدقة فكونها صدقة واجبة واضمح بنفسه فلا يكون مصرفها إلا لمصروف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا يجوز صرفه إلى بناء المساجد والمدارس من أهم بالتعريب۔

لنگوہی صاحب کی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ بیع تولی کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے، بیشک اگر بقصد تولی بیع کی تو اس کا تصدق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کا رِثاب کی غرض سے بیع کیا تب بھی تصدق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہر اتو

اقول ان امرًا يوجب عند القول فنعم، ولا كلام فيه، او عند التقرب فلا ولا كرامة، وإني أثرت في دليلك فما ثبت بهما لا نزاع فيه، وما فيه النزاع لم يثبت بهما، وإن كان بحسبك أن يقع في كلام الأصحاب لفظ وجوب التصديق في أي مسألة من أي باب، فنعم لدعوائك في كل كتاب، دلائل عدد الرجل والترايب۔

قال والصدقة مطلقا لا بد فيها من التملك سواء كان إباحة أو تملكًا تامًا۔

یہ دونوں جارتیں ہی کیا ہیں، ہر کتاب میں آپ کے مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا: ”صدقہ میں مطلقاً تمہیک واجب ہے عام ازیں کہ بطور اباحت ہو یا بطور تمہیک۔“

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا ہو چکا اسی پر صبر کرنا چاہئے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہئے، لیکن آپ نے تو ایک نئے سر کا اضافہ کرنا چاہا، اور شرط خ کے کھیل میں گدھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تمہیک کا ایک حصہ ہے، اور صدقہ واجبہ تمہیکیہ میں بھی اباحت سے کام چل جائے گا، افسوس کہ اس کلام میں قسم کو قلم اور صدقہ کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی تقریر کے بیان میں کتابوں کے ابواب بھرے پٹے ہیں، ابواب طلاق و لقمہ و ہبہ و کراہیہ وغیرہ میں کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

ہم لوگ فقہ میں جہاں اول کتاب امام صدر الشریعہ کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں ہی لکھتے ہیں: ”پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تمہیک سے بھی، تو پانی والے نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ کہ تم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کرے، اور پانی کسی ایک کے وضو بھرتا، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ علی سبیل الانفراد سب کی قدرت ثابت ہو گئی۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب قبضہ کرو، تو تیمم نہ ٹوٹے گا، کیونکہ اتنا پانی جب

اقول یا لیتک اذلو تھتدالی الصواب قنعت، بما من قبل صنعت، ونفسک عن الاستوسال منعت، ولكنک اجبت ان تزید فی الطہور نفعة، وفي الشط رنج بغلة، فابتدعت القول بامان الاباحة من التملیک وانما تجزئ فی الصدقة مطلقا، فجعلت القسم قسما، والعقد ندا مع ان کلمات العلماء فی مسائل الاباحة غیر قليلة ولا خفية، بل دواصرة فی کثیر من ابواب الفقه، منها الطہارات ومنها الزکوۃ، ومنها الطلاق ومنها اللقطة، ومنها الهبة، ومنها الکراہیة وغير ذلك وهذا شرح الوقایة فی الجلیل صدر الشریعہ اول کتاب ندراسہ فی الفقہ، افاد فیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی اول کتاب الطہارات من باب التیمم، ان القدرة ثبت بطریق الاباحة، وبطریق التملیک، فان قال صاحب الماء لجماعة من التیممین لیؤضوا بهذا الماء ایکو شاء، والسماء یکفی لكل واحد منفردا ینتقض تیمم کل واحد لثبوت القدرة لكل واحد علی الانفراد، اما اذا قال هذا الماء لکم وقبضوا لا ینتقض تیممهم لانه یتقی





انام صدر الشرع نے فرمایا: (الزکوٰۃ) تصروف  
تملیکاً "زکوٰۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی۔  
علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ  
ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا  
نہ ہوگی۔

اسی طرح علماء کی تصریح ہے: جو چیز مباح کی  
وہ مباح کرنے والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس  
کے لئے مباح کی گئی، اس کو اس کی ملک سے کوئی  
تعلق نہیں رہتا۔ "وہ تو یہاں تک فرماتے  
ہیں: ملک کی ملک زائل ہو جائے تب بھی ضروری  
نہیں کہ مباح لڑکی ملک ثابت ہو۔"

مولانا زین الدین ابن نجیم شرح کنز میں فرماتے ہیں:  
"مباح کو مباح نہ مباح کرنے والے کی ملک پر بھی ختم  
کرتا ہے، یا وہ چیز خود اپنی ہی ملک پر ہوتی ہے کوئی  
اس کا مالک نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لڑنے اس چیز کو  
کھایا، تو وہ چیز مباح کرنے والے کی ملک سے نکل  
گئی، اور کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ  
کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی، یہی مطلب ہے  
ملک نفسہ کا۔ ان کا یہ قول ملا علی قاری نے اپنی کتاب  
حاشیہ درمیں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

یعنی الزکاة قال العلامة الشمس محمد  
فی شرحہا فیہ اشارۃ الی انہ  
لا یجوز صرف الاباحۃ الخ او ما عقلت  
ما افاد العلامة البحر فی لفظۃ  
البحر، اذ قال انما فسرنا الانتفاع  
بالتک لانہ لیس المراد الانتفاع  
بدونہ کالاباحۃ، او ما وقفت علی  
قول السید الشامی فی لفظۃ رد المحتار ان  
التصرف علی وجه التملک احترازاً عن  
التصرف بطریق الاباحۃ علی ملک  
صاحبہا أم او ما سمعت العلماء یصرحون فی  
غیر ما موضع ان العباح لیس بالتصرف علی  
ملک المبیح لاحظ الہ من التملک صلاً، حتی  
لم یشترک الہ ملک بعد زوال ملک المالک، ایضاً  
قال المولیٰ زین بن نجیم فی شرح الکنز فان قيل  
المباح یتہلک المباح لہ، علی ملک المبیح او  
علی ملک نفسه، قلت اذا صار ما کولاً لخال ملک  
المبیح عنہ، ولم یدخل فی ملک احدہم واشتد  
عنہ العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ الدر  
ہذا وکم اسرولک یا ہذا من نقول  
الاسفسار، وہم فی الوفور والاستکثار

۳۳۸/۲ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران  
۱۵۸/۵ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۳۲۰-۲۱/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت  
۱۰۹/۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۔ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ مصرف الزکوٰۃ  
۲۔ بحر الرائق کتاب اللقطۃ  
۳۔ رد المحتار  
۴۔ بحر الرائق باب النہار فصل فی الکفارة

اوں تو ایسی نصوص کا انبار لگ جائے جو تمہیک اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ "صدقات میں مطلقاً اباحت کافی ہے" یہ بھی غلط ہے، اتنی بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تو زیوردار در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو اس قائل کا کلام از تاپا مخدوش ہی مخدوش ہے اور ہمیں مزید رد کی ضرورت نہیں۔

ما تنتهي دون نقله الامار، وانا بحمد الله  
عالم بساط غلطك، ومشار لغلطك وسأنتهك  
عليه عن قريب، انشاء المولى القريب  
المجيب، واما ما اوهمت من اجزاء الاباحة  
في الصدقات مطلقاً، فواضح البطلان عند  
حكم من يعلم ان الزكاة وصدق الفطر  
لا تغني فيهما الاباحة على المذهب الصحيح  
المفتي به، وقد قدمنا نصوص النقاية و  
التنوير والدر، وضابط الدر وشرح  
ملحق الابحر، وسيأتي زيادة على ذلك  
ان اراد المالك -

وبالجملة كلام الرجب ككلامه قد هوش  
من قرنه الى قدمه مخدوش، ونحن اذا  
قد اوضحنا المرام واتر حنا الاوهام برب توفيق  
سبنا الملك العلام، فلا علينا ان نقصر الكلام  
ونطوى بساط الرد والابرام والحمد لله  
ولي الانعام -

ایک سنی عالم کا فتویٰ | البتہ علمائے اہلسنت  
میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی  
جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے،  
"قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے  
یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے  
والی چیز سے بدلا جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو  
صدق کی صورت میں تمہیک ضروری ہے۔"  
انہوں نے اپنے کلام سے نہ تو یہ ثابت کیا کہ

تذیل جلیل، قال العبد الذلیل بعد  
هذا، وقفت على تحرير اخبر لبعض حيلة  
العصر من افاضل اهل السنة جنح فيه نحو  
ما جنح اولئك القوم، وحكم ان لا بد ههنا  
من التملك متمسكاً بما تحريبه حكم جلود  
الاضاحي ان يتصدق بها او ينتفع بها بنفسه  
او يستبدلها بما ينتفع به مع بقاء  
كالغريال والسجادة وغيرهما، فحق صورة

التصدق لا بد من التملك أم حاصله معرباً۔  
 اقول هذا الكلام كما تری لایکادیرجم  
 الی طائل، فان لزوم التملك فی التصدق  
 لا یستلزم لزومه فی التقرب، ولعلکم کلامکم  
 بایجاب التصدق ھمنا عینا ونفی سائر وجوہ  
 التقرب شیئاً فالصغری المنطویۃ ھی التمی  
 کانت محتاجہ الی البیان وقد طویتموها و  
 طویتم الکشف عن بیانہا فاختل البرہان  
 وکانت ملحظ هذا الفاضل ومحظ نظره ان  
 حکم الجلود اذا کان دأراً بین الاشیاء الثلاثۃ  
 وبالبیوع بالدرہم ولولاجل التقرب اتقی  
 الاخیران، فتعین الاول۔ وهو لا بد فیہ  
 من التملك هذا غایۃ ما یقال فی تقریر  
 کلامہ، علی حسب مرامہ ہنأہ ربہ بلطفہ  
 واکرامہ فالآن۔

لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا  
 اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے،  
 (۱) تملیک المال من الفقیر اس صورت  
 میں عاریۃ، اباحت، ہدیہ غنی، قرض وغیرہ سب  
 صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ  
 صدقہ سے ہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے  
 کہا جاتا ہے کہ اس میں تمیک ضروری ہے، تو  
 صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجبہ ہے، لیکن اس معنی

اقول وبالله التوفیق وبہ الوصول  
 الی ذری التحقیق، أعلوان للصدقة اطلاقاً  
 الاول اخصها تملیک المال من الفقیر معجاًناً،  
 فخرج الأعمارۃ والاباحۃ وهدیۃ الغنی  
 والاقراض وهذا هو المراد فی الزکوۃ  
 وصدقة الفطر، وبهذا المعنی یقال ان  
 الصدقة لا بد فیہا من التملك وحينئذ  
 لا تدخل فیہا الکفارات لجواز الاباحۃ





بإطلاق الاستنناع، والتصرف والاستهلاك  
 الصادق به وبالإباحة وبهذا المعنى تشمل  
 الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما  
 قال القسستاني والشامي وغيرهما في مصرف  
 الزكاة "أنه هو مصرف أيضا الصدقة الفطر  
 والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات  
 الواجبة له وبه علمات هذيت  
 المعنيين لا يتعداهما الواجب من الصدقات  
 والمخلط بينهما كانه هو الذي حد ذلك  
 الرجل الوهابي ان جعل الإباحة من  
 التملك، وذلك انه رأى في الفتح ما يقصر  
 الصدقة على التملك ورأى في رد المحتار  
 ما نقلنا أنقا وهو يفيد ان الكفارة أيضا  
 من الصدقات، وقد نقل العبارتين  
 في فتاواه فأطن انه نظم منها شكلا و  
 استنتج منه ان الكفارة لا بد فيها من  
 التملك، وكأن داسيان الإباحة تسوغ  
 فيها، فلم يتالك نفسه ان حكم بكون الإباحة  
 قسما من التملك لانه اضطربت لديه  
 الاقوال، وضاق عليه ميدان المحال  
 ولم يدرك التخصيص عن الاشكال الاباءاء  
 هذا المحال، ولم يعرف المسكين فرق  
 المحال، وان تغير الاوسط يهدم الاشكال

استهلاك بھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تمليك اور  
 اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے، صدقہ اس  
 معنی میں کفارہ پر بولا جاتا ہے جو صدقہ واجبہ سے ہے  
 اس کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے،  
 چنانچہ قسستانی و شامی وغیرہ نے کہا،  
 "جو فقیر مصرف زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر، کفارات  
 اور نذر وغیرہ کا مصرف ہے۔"

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی  
 متعلق ہونگے، شاید اسی بات نے اس کو واپس آدمی  
 کو یہ جرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تمليك  
 میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدير میں دیکھا، صدقہ  
 کے لئے تمليك ضروری ہے اور رد المحتار کی ابھی  
 نقل شدہ عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات  
 میں سے ہے۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے  
 فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب  
 دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تمليك ضروری  
 ہے، اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت  
 تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کہ اباحت  
 بھی تمليك کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال انھیں  
 مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پاسکے  
 تو یہ محال بات بول دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے  
 انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ حد اوسط مکرر نہ ہونے سے نتیجہ  
 غلط ہوتا، فتح القدير کی عبارت "الصدقۃ

يجب فيه التملك " میں صدقہ سے مراد صدقہ خاص  
بمعنی اول ہے ، اور " الکفارات تجوز فیہ  
الاباحۃ " کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے ، حالانکہ  
قسمتانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے ، وہ فرماتے ہیں  
" انہ تصرف تملیکاً یستثنیٰ منہ الکفارات "   
صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ  
اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان التی يجب فیہا التملیک ہی الصدقة بالمعنی  
الاخص الوارد فیہا لفظ الیتاء او الاداء او  
ما یؤدی مؤداہما ، والکفارات لیست من  
الصدقات بہذا المعنی ، فلا شکل ولا اشکال  
والحمد لله المہین المتعال ، علی انہ ان  
قطع النظر عن هذا التحقیق النفیس الانیس  
الدقیق ، فکان السبیل ان یقال باستثناء  
الکفارات من حکم وجوب التملیک کما  
فعل القاضل القستانی حیث قال  
تحت قول النقایۃ تصرف تملیکاً یستثنیٰ  
منہ اباحۃ الکفارات <sup>۱</sup> (۱) لان یرتکب مثلك  
هذا الحال ، وبالله العصیۃ عن السذل  
الضلال هذا ما وعدت انہ نسعد فی شرح  
اطلاقات الصدقة۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک اباحت  
اور فقیر و غنی دونوں کو عام ہو ، توسط شرع  
ابوداؤد میں ہے ،  
" صدقہ یہ ہے کہ فقیروں کو دیا جائے (مطلب  
یہ کہ صدقہ میں عموماً یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہمارے  
نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے۔"

الثالث ورمایا یقطع النظر عن الفقر  
ایضاً ، فتشمل التملیک والاباحۃ للفقیر  
والغنی ، قال فی التوسط شرح سنن ابی داؤد  
الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب  
انواعها كذلك فانہا علی الغنی جائزۃ  
عندنا یشاب بہ بلا خلاف <sup>۲</sup> (۲) وقال فی

رد المحتار عن البحار الرائق الصدقة تكون  
على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا عن  
الهبة عند بعضهم وصرح في الذخيرة بان  
في الصدق على الغني نوع قرينة دون قرينة  
الفقير <sup>ل</sup>احمد وروی احمد والطبرانی فی الکبیر  
عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ  
عنه ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم انک ما اطعتم زوجک فهو لک  
صدقة وما اطعتم ولدک فهو لک صدقة  
وما اطعتم خادمک فهو لک صدقة ، وله  
فيه عن ابی امامة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنه  
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما نفق  
الرجل فی بیته واهله وولده فهو له صدقة  
الرابع ربما تطلق حیث لا تملیک و  
لا اباحة اصلا وانما هو تصرف مالی قصد به  
نفع المسلمین کحفز الابرار وکروی الانهاس  
وبناء السیط والجسور والمساجد و  
المدارس وغير ذلك ، وعن هذا  
تقول انها صدقات جاریة ، ومن ذلك  
قولهم فی الادوات صدقة مؤبدة ، وعليه  
جاء قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رد المحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے: صدقة  
مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً ہند کو صدقة  
کہتے ہیں ، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقة  
فقیروں کے صدقة سے کم ثواب والا ہوتا ہے ۔  
احمد و طبرانی نے کبیر میں مقدم ابن سعد کرب  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ، رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو  
کھلایا تو صدقة ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقة ، جو خادم  
کو کھلایا تو صدقة ۔

طبرانی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت ہے : آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل عیال  
اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقة  
ہے ۔

(۴) اس اطلاق میں نہ تملیک ہے نہ اباحت ،  
یہ ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو  
نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے ، جیسے گناہ بنانا ،  
نہریں تیار کرنا ، مسافر خانے اور پل بنانا ، مساجد  
اور مدرسوں کی تعمیر کرنا ، اور انھیں امور خیر میں صرف  
کرنے کو صدقة جاریہ کہتے ہیں ، اور اوقاف کو اسی  
معنی میں صدقة مؤبدہ کہا جاتا ہے ، حدیث شریف  
میں ہے : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس



اذا ناء سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فقال یا رسول اللہ اخی ماتت فاتی الصدقة  
افضل ، قال سقی الماء ، فحضرت بئرا ، و  
قال هذه لامر سعد ، کما اخرجہ احمد  
وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ  
وابن حبان والمحاکم عن سعد  
وابو یعلی عن ابن عباس رضی اللہ  
عنه فقد سقی سقی الماء بحضر البئر  
صدقة ، ومعلوم ان لا تمليك  
فيه ولا اباحة ، فان من شرطها ان  
یکون الماء فی ملک المبیع کما لا یخفی علی احد  
وقد قال صدر الشریعة انهم لما لم یملکوه  
لا تصح اباحتهم ثم وقد نص علی ان  
ان ماء البئر غیر مملوک لصاحبها ، ففي  
الهدایة البئر ونحوها  
ما وضع للاحصان ولا یملک  
المباح بدونه ، وفي فتاوی  
العلامة خیر الدین الرملي

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض  
کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کا انتقال  
ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہوگا؟ حضور نے  
فرمایا، لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انھوں نے ایک  
گنواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ سعد کی ماں  
کے لئے ہے۔ (احمد و ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ،  
حاکم، ابن حبان عن ابی یعلی عن ابن عباس)

تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دیا  
جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت  
کے لئے شرط یہ ہے کہ شئی مباح، مباح کر نیوالے  
کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں: جب مال  
موتور پر مالک کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے  
اباحت بھی درست نہیں۔

اس طرح علامہ نے تصریح فرمائی کنویں کا پانی  
کنویں والے کی ملک نہیں۔

ہدایہ میں ہے: "گنواں اور اس کے مثل  
جو چیرس میں قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے  
بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔"

۱/ ۲۳۶ سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور  
سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقة عن المیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۲  
مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸۵ و ۶/ ۴  
مراد النظم ان الی زوائد ابن حبان کتاب الزکوٰۃ باب سقی الماء المطبعة السلفية مکہ المکرمة ص ۲۱۸

۱۷

۱۸ البدایہ کتاب احوال الموت فصل فی المیاء

۲/ ۸۸۳ مطبع یوسفی کھنؤ

فی الولوالجیة وکثیر من الکتب المنزح ماء  
بئر ساجل بغیر اذنه حتی یست لاشع  
علیه لان صاحب البئر غیر مالک للماء  
فاذن لایکون الا تعربا الی الله تعالی بتصرف  
فی ماله لنفع المسلمین وعلی هذا سائر  
القرب العالیة سواء فی دخولها فی معنی  
الصدقة۔

فتاویٰ خیریہ ، ولوالجیہ وغیرہ بہت سی کتابوں  
میں ہے ، اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر  
کنواں خشک کر دیا تو نکالنے والے پر کوئی تاوان  
نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔  
تو یہ صدقہ اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب  
کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف  
کر رہا ہے ، اور اس معنی میں سائے مالی کا ذخیرہ صدقہ  
قرار دیئے جانے میں برابر ہیں۔

اطلاق نمبر ۴ کی دوسری مثال امام فقیہ النفس  
قاضی خان فی الجانیۃ قریۃ فیہا بئر مطویۃ  
بالأجر خربت القریۃ ، وانقرض اهلها  
وبقرب هذه القریۃ قریۃ اخرى  
فیہا حوض یحتاج الی الأجر فامردوا  
ان ینقلوا الأجر من القریۃ الخرب  
خربت و یجعلوها فی هذا الحوض ،  
قالوا ان عرف باقی تلك البئر لا یجوز صرف  
الأجر الا باذنه ، لانه عادای منک و انت  
لم تعرف البانی قالوا الطریق فی ذلك ان

میں کتابوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی صاحب چیز  
کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر  
مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر رسائی ایسا کرے کیونکہ  
اسلام میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف  
مباحا غیر مملوک لاحد اما التعزیر  
فینبغی ان یکون فیما یظهر اذا فعله لمحض  
الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۲ منہ۔





ان مات ، وكذا البنية في الدار التي جعلها مقبرة لهم ومعلوم ان حكم اللقطة هو الصدق الا ان يكون الملتقط فقيرا ، فيصرفه الى نفسه ، وهو ايضا من باب الصدق من المالك ، بل قال في الدر المختار عن العمدة وجد لقطة وعرفها ولحقها فائق بها فقصره ثم اليسر يجب عليه ، ان يتصدق بمثلها وان كان المختار خلافه كما في البحر والنهر ، عن الولوالجية والهندية وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لان الصدقة اصاب محلها فلا تتغير بتغير حاله كفقير اخذ الزكاة ثم اليسر عليه سردها ، وبالجمله الحكم ههنا الصدق وقد نصوا على جواز صرفه الى عمارة المقبرة واصلح الحوض ، ومن ذلك ما في الرحمانية عن الاجناس ، اذا خرب مسجد ولا يعرف بانيه وبني اهل المسجد مسجد آخر ثم اجمعوا على بيعه ، واستعانوا بشئنه في ثمن المسجد الاخر فلا پاس به ، وهذا قول محمد خلا فالابي يوسف فانه مسجد ابد عند الله ، وفي السراجيه مسجد عتيق لا يعرف بانيه خربت فاتخذ بجانبه

ہوں گے ، اور وہ مر گیا تو اس کے ورثہ کی ملک ہوں گے ، اور یہی حکم اس کمرہ کا ہے جو ایسا ہے میں جو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔

رحمانیہ کا بزمیہ ہے ، مسجد ویران ہو گئی جس کے بانی کا پتہ نہیں ، اور لوگوں نے دوسری مسجد بنائی ، پھر ان کی رائے ہوئی کہ ویران مسجد بیچ کر اس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں ، تو امام محمد کے نزدیک اس میں حرج نہیں ، اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی۔

سراجیہ میں ہے : پرانی مسجد جس کے بانی کا پتہ نہیں وہ ویران ہو گئی۔ لوگوں نے اسی کے قریب دوسری مسجد بنائی تو قاضی ابو یوسف کے نزدیک ویران مسجد کا سامان بیچ کر آباد مسجد میں نہیں لگا سکتے ، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے ، اور فتویٰ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد جب ڈھے کر ناقابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے ، تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا مالک مانی ہو جاتا ہے ، اور جب بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ لقطہ ہو گئی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

سہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقت فصل فی القابر والرباطات نوکسور لکنو ۴۲۵/م  
کتاب اللقطة مطبع مجتبائی دہلی ۳۶۶/۱

کے رحمانیہ



مسجد اخبر، ليس لاهل المسجد ان  
يبيعوه وليستعينوا بثمانه في مسجد  
اخر، عند اخبر يوسف خلافا لمحمد  
وعليه الفتوى.

وذلك ان المسجد اذا خرب  
والعياذ بالله واستغنى عنه يعود  
عند محمد الى ملك الباقي،  
كما في التنوير وغيره فاذا لم يعرف  
بانيه صار لقطعة، وقد قال  
الامام محمد بن صالح  
مسجد اخبر فعلم ان الصدق  
العاموربه في اللقطه هو بهي  
المعفى الرابع الدخيل في  
الحق المقابر والمياض والمساجد،  
وهذه الاطلاقات كلها فقهية  
كما ترى.

حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، حوض اور مسجد میں صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تملیک ہے نہ اباحت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ سارے اطلاقات فقہیہ ہیں۔

الخامس قد يتوسع فيقطع النظر  
عن قيد المال ايضا، ويطلق على  
كل نفع للغير بايصال الخير او دفع  
الضرر، كيفما كان ومن ذلك حديث تكرار

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

توجہ: پھر قسم کی اشیاء کا حکم لفظ کا ہوا تو یہ بات صاف ہو گئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ہاں پانے والا فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ ہے، بلکہ درغمار میں عمدہ سے نقل کیا کہ فقیر نے لفظ پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف ہے (بحر و نہر عن الولوالجیہ و جامع الرموز من الظہیر)

میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلتا، جیسے فقیر مال زکوٰۃ کھاتا رہا اب مالدار ہو گیا، تو یہ نہیں کھاتا جیسے گا کہ یعنی زکوٰۃ کھاتی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے اور اسی کو عمارت، مقبرہ اور اصلاح حوض میں صرف کا

حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، حوض اور مسجد میں صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تملیک ہے نہ اباحت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ سارے اطلاقات فقہیہ ہیں۔

(۵) کبھی صدقہ سے مال ہونے کی قید بھی ختم کر دی جاتی ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی مثال وہ حدیث ہے کہ منفرد کے ساتھ مل کر جماعت

کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں حکم دیا،

”الامرجل يتصدق على هذا فيصلي معه“  
کوئی اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔

یوں ہی سرکار نے فرمایا، ”آدمی کے ہر چوڑ پر ہر دن صدقہ ہے، تو دو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے، آدمی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا بوجھ لادینا صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، راستہ سے کوڑا کرکٹ دور کر دینا صدقہ ہے۔ (احمد و مسلم و بخاری بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یوں یہ حدیث شریف، آدمی کے جسم میں تکلیف ہو تو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد و ترمذی، ابن ماجہ بن ابی الدرداء احمد و ضیاء نخوة عن عبادہ ترمذی، ابن ماجہ بن ابی الدرداء احمد و ضیاء نخوة عن عبادہ باسناد صحیح)

الجماعة المروى في جامع الترمذی وغيره الامرجل يتصدق على هذا فيصلي معه وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلامي من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل بين الاثنين صدقة بينهما، وتعين الرجل على دابته فتحمل عليها، او ترفع له عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة و دل الطريق صدقة و تميط الاذى عن الطريق صدقة، اخرجه احمد والشيخان عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه، وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل مسلم يصاب بشئ في جسده فيصدق به الا رفعه الله به درجة و حط عنه خطيئته، اخرجه احمد والترمذی وابن ماجه عن ابی الدرداء واحمد والضياء نخوة عن عبادة رضي الله تعالى عنهما باسناد صحيح۔

۸۵/۱	سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب فی الحج فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور
۳۰/۱	جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی الجماعة فی مسجد الخاء امین کمپنی دہلی
۴۱۹/۱	صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالركاب ونحوه قديمی کتب خانہ کراچی
۲۲۵/۱	صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقة یقع على كل نوع من المعروف قديمی کتب خانہ کراچی
۳۱۹/۲	مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۷/۱	جامع الترمذی ابواب الديات باب ما جاء فی العفو امین کمپنی دہلی
ص ۱۹۷	سنن ابن ماجہ باب العفو فی القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۴۲۸/۶	مسند احمد بن حنبل بقية حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت

(۶) اور کبھی لفظ صدقہ بھی توسع کی انتہا ہو جاتی ہے کہ ہر فعل محمود و مشروع کو صدقہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر صدقہ نہ ہو تو اپنے پر تو ہے۔

”مسجد کی طرف بڑھنے والا قدم صدقہ ہے، ہر تبرک صدقہ ہے، ہر نیکی صدقہ ہے (احمد و بخاری و آخرون عن جابر، احمد، مسلم، ابوداؤد عن حذیفہ، طبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود، بہقی عن ابن عباس) عبد بن حمید اور حاکم نے اس حدیث میں اتنا اضافہ کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، ”مسلمان نے اپنے اور اہل دیال کے لئے جو خرچ کیا اس پر صدقہ کا ثواب ملے گا“

نمبر ۳ میں ذکر کی ہوئی حدیث مقدم ابن معیذ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا تتمہ یہ ہے: ”اور جو خود کھایا صدقہ ہے۔“

ان اطلاقات کو خوب ذہن نشین کر لیں، شائد کہ اس تحریر کے علاوہ اس تفصیل سے نہ ملے۔ اب صرف یہ فیصلہ رہ جاتا ہے کہ قربانی کے

السادس قد يستقصى في التوسع فيقطع النظر عن الغير ايضا و يطلق على كل فعل حسن محمود في الشرح فانه ان لم يكن تصدقا على غيره، فتصدق على نفسه، ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث ابى هريرة المار كل خطوة تخطوها الى الصلوة صدقة، وجاء في حديث كل تكبيرة صدقة. وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم كل معروف صدقة اخرجه البخاري و البخاري و آخرون عن جابر، و احمد و مسلم و ابوداؤد عن حذيفة و الطبراني في الكبير عن ابن مسعود، و البهقي في الشعب عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم، نراه عبد بن حميد و الحاکم و صححه في حديث جابر هذا و ما انفق المسلم من نفقة على نفسه و اهله كتب له بها صدقة، و تتمه حديث المقدم المقدم

۴۱۹ و ۴۰۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الجہاد	صحیح البخاری
۲۲۵/۱	” ” ”	کتاب الزکوٰۃ	صحیح مسلم
۲۲۴/۱ و ۲۵۰/۱	” ” ”	کتاب صلوة المسافرین	”
۸۹۰/۲	” ” ”	کتاب الادب	صحیح البخاری
۳۲۴/۱	” ” ”	”	صحیح مسلم
۲۲۰/۲	” ” ”	”	سنن ابوداؤد
۲۳۲ و ۱۱۰/۱	المعجم الکبیر حدیث، ۱۰۴۱۲ و ۱۰۴۱۳	کتاب البیوع	مسند احمد بن حنبل ۳۹۴/۵
۵۰/۲	دار الفکر بیروت	کتاب البیوع	لہ فہمہ المستدرک لحاکم

ذکرہ، وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة،  
اتقن هذا فلعنك لا تجد بياض تلك  
الاطلاقات الا في هذه الوریقات والله سبحانه  
واهب العطیات۔

ثم ان المراد بالتصدق في قولهم  
في الاضاحي يتصدق بالثلث وقولهم  
يندب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث  
ليس هو المعنى الاخص الاول، كيف و  
قد اجمعوا على اباحة الاباحة في القربان  
فلا يمكن تعيين الاخص المنحصر في  
التملك، ويتضح ذلك في قول مجمع الانهر  
وغيره الجهات ثلث الاكل والادخار و  
التصدق في الاصل والاعمار وغير  
المخصوص بالتملك المنصوص عليه في  
قوله عز مجده واطعموا القانع والمعتر،  
وقد استدل في الهداية بالآية على قول  
البدایة يستحب ان لا ينقص الصدقة عن  
الثلث، قائلان الجهات ثلث الاكل و  
الادخار لهما رونا والاطعام لقوله تعالى و  
اطعموا القانع والمعتر وانقسم عليها ثلاثة

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقات  
میں سے کس اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ طے ہے  
کہ نبر اول مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ  
قربانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اسی  
معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تمذیک ضروری  
ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے  
طرح سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ  
صاحب مجمع فرماتے ہیں، "قربانی کے مصرف کی تین  
حیثیت ہے، کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"  
حالانکہ قرآن شریف میں کھانے کا صریح ذکر ہے  
تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا جس میں اباحت کافی ہوتی ہے  
صاحب مجمع نے لفظ صدقہ نہ کہہ کر اس کو بھی مراد  
لیا ہے۔

اسی طرح صاحب بدایہ نے صاحب بدایہ کے  
اس قول کی دلیل دی، "صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا  
چاہئے۔"

صاحب بدایہ کہتے ہیں، "اس لئے کہ جہتیں تین ہیں،  
کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور  
کھانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتاج کو کھلاؤ،  
تو تینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا۔"



اب اگر صاحب ہدایہ کے قول "صدقہ ثلث سے کم نہ ہو" میں لفظ صدقہ سے مراد وہ نہیں جس میں تملیک ضروری ہو، اور جب گوشت میں پختابت ہو چکا تو حسب قول ہدایہ "کھال بھی مستربانی ہی کا جز ہے" کھال کا بھی یہی حکم ہو گا کہ اس میں بھی تملیک ضروری نہ ہوگی۔ مسجد میں پانی نکالنے کے لئے اس کا ڈول بن سکتا ہے، انقصہ ان لوگوں کا ہدایہ اور کافی وغیرہ سے استدلال ساقط ہے۔

فلو كان المراد بالصدقة هو المعنى الاخص لما انطبق الدليل على المدعى كما لا يخفى، واذا قد علمت ان الصدقة لها اطلاق وان لزوم التملك انما هو في المعنى الاول وانه غير مراد ههنا، وجب ان لا يكون مراد ايضا قولهم يتصدق بجلدها فان التصديق ههنا هو عين التصديق في قولهم يتصدق بالثلث، يرشدك اليه تعليل الهداية بقوله لانه كجزء منها فثبت ان ليس تصديق الجلد ما يقتصر على التملك حتى لو صنع منه دلو، ووقفه على بئر مسجد ليستسقى به المتبوضون <sup>عنه</sup> قطع نسيق الاحتجاج رأسا۔

اب ایک رہ گیا، قربانی میں اگر صدقہ یعنی اول مراد نہیں، تو بقیہ معانی میں سے کون سے معنی مراد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ہمیں تو تملیک والے صدقہ کی نفی سے کام تھا، جب یہ مراد نہیں تو صدقہ اور جس معنی میں مراد لیا جائے ہمارا مقصد حاصل ہے، مگر تبرعاً ہم وہ بھی بتا دیتے ہیں۔

بقی انہ اذ ليس المراد الاول فاعت البواقي مراد وانما البيئنة على من يدعى، نعم ان سألنا التبرع، فنقول حديث نبی شة الخیر الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یهدینا الی مطلق الاثمجار الحاصل بسائر وجوه القرب، فلیکن المراد هو المعنى الرابع، وهو الغالب فی الصدقات النافلة،

یعنی مفتی بہ قول پر کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے جب متعارف ہو اور بیشک مسلمانوں میں قول اور رستی وغیرہ مساجد کے کنوؤں کے لئے مروج ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

عنه اى على المفتي به من جواهر وقت المنقول حيث تعارف وقد تعارف المسلمون وقت الدلو والى شاعلى ايار المساجد ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

على ان قد بينات معنى المنع  
ليس ترك التصديق المأمور به  
فانه غير المأمور به ههنا ما أسأ  
بل المعنى قصد التمول النهي عنه  
في كل ما تقرب به الى المولى  
سيخنه وتعالى ، وهو لا يتحقق  
في شئ من القرب ، فلا يضرنا  
عند التحقيق ايراد شئ من المعاني  
اصلا ، كما لا يخفى على من رزق العقل  
السلیم والفهم المستقیم ، والله سيخنه بكل  
شئ عليم ، هذا وجه في الجواب ، عن احتجاج  
هذا الفاضل السطاب .

اقول ثانيا مبناه عن حصر انما يقع  
في الادوجه الثلاثة ، ولا دليل يدل على الحصر  
وعدم الذكر ليس ذكر العدم ، وهذا  
الامام القدوري مقتضيا في مختصرة على  
شيئين التصديق وعمل آلة حيث قال  
ويتصدق بجلودها او يعمل منه آلة  
تستعمل في البيت الله فترك التبدل بما يبقى  
ايضا ، ايفظن كلامه هذا معارضا لكلام من  
ثلت ، وهذا المحقق الحلبي قال في ملتقاء ،  
وهو من متون المذهب المعتمدة كما  
نص عليه العلامة الشامي ، يا كل من

حدیث حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
میں اتجار (کاروبار) کا لفظ آیا ہے جو تمام کاروبار  
کو عام ہے ، تو چوتھے معنی جو عام طور سے صدقات  
لفظیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصہ  
تصدق کی ممانعت ہے ، نہیں قصہ قبول کی ممانعت  
ہے ، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصہ قبول نہیں  
پایا جائے گا اور صدقہ جائز ہوگا ، اس لئے صدقہ  
کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہوگا۔

مزید توضیح | جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس  
عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے  
سمجھا کہ صاف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں حالانکہ  
اس پر کوئی دلیل نہیں ۔ اگر کسی مصنف نے صرف  
تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زاد نہیں  
کہ عدم ذکر ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ، امام  
قدوری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا ،  
” کھال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھریلو استعمال کے لئے  
کوئی چیز بنائی جائے “ تو انھوں نے باقی رہنے والی  
چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی ، تو کیا ان کے  
کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض  
سمجھا جائے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا : قربانی  
کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے  
کھائے ، اور صدقہ تہائی حصہ سے کم نہ کرے ۔“

توانہوں نے بھی تبدیل بالباقی والی شق چھوڑ دی حالانکہ مذہب صحیح پر یہ جائز ہے، اور تفسیر یہ میں تو گوشت کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلنے کی بھی اجازت دی، اور جلد کو کتاب اور چمڑے کی تحصیل کے ساتھ، اس کا اٹا نہیں، تو ایک یہ صورت بھی متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، اور جب حصر احاطہ نہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب دو قسمیں متحقق نہ ہوں تو تفسیری متعین ہے۔

اسی طرح مالدار کو یہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریۃ دینا ناجائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں میں شامل تھیں۔ کیا صدقہ کی نیت سے دراہم کے بدلے بیع جائز نہیں حالانکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں ہے، تو جب اس کا رِثاب کے لئے بیع جائز تو دوسرے کا رِثاب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المختصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کارِ ثواب کے لئے بیع منع ہو، اور اس کا تصدق بطور تملیک

لحم اضحیتہ ویطعم من شاء من غنی و فقیر، و ندب ان لا ینقص الصدقة عن الثلث اھ فلم یذکر التبدل بالباقی فی مسئلة اللحم مع جوازہ قطعاً علی المذہب الصحیح، وان اختیار ما صححہ فی الظہیریۃ وغیرہا من جوازہ تبذیر لِّلما کول بالما کول کاللحم بالحبوب واللبن وغیرہ بغیرہ کالجملہ بالکتاب والمجواب لا عکسہ فی الصورتین، فقد ترک هذا الوجه فی اللحم، وعلی کل فلم یحط بكل ما هو سائغ، ونظائر ذلك ان تتبعت اعیانك عدّها کثراً واذلا حصر فلا مساع لان یقال اذا انتفى الاخیر ان تعین الاول وقد لوحظ بعض من هذا فی موطأ دی کلّامہ فی الوجه السابق۔

واقول ثالثاً ان ابیتما الا الحصر فنبشونی اقلایہ جوز اھدا وغنی، و لیس من الثلث، اولایہ جوز الاعسارۃ من فقیر او ملی و لیس منها اولایہ جوز البیع بالدراہم للتصدق و لیس البیع للتصدق عین التصدق، فلذ بقیت هذه فلیکن البیع بها لاجل التقرب ایضاً من البواق۔

وبالجملة فلا دلیل یتظہر علی عدم جواز البیع لاجل القرب ولا علی وجوب التملیک



ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو مخالفت پر دلیل قائم ہے، وہ بیع بقصد قول ہے، اور ان دونوں میں ہونے کا بعد ہے، اور قربانی کے اجزاء سے قصد تقرب جائز ہے، اور یہ بیع اسی لئے ہے، اس لئے اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں، اور ابتدا و انتہا میں اپنے نفس کو غلط و لغزش سے بڑی نہیں گردانتا، اور غلطی ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا، سبحان اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پونجی ہے اور غلطی شان بندگی، لاکھ میری صفت اور عاجزی میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں اور اسی کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طریقت کے مطابق کتاب کا سنہ تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ رکھا، اور یہ پختہ کے روز چاشت کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

اذا فعل ذلك، بل الدلیل ناطق بخلافه فان المالم انما هو قصد القول وهذا بمعنى عنه، والمسوغ كما تبين بكلام الثبیین قصد القربة وهذا، فلنقتصر على هذا القدر، حامدين لم ينأ في الورد والصدور هذا اما ظهر لفهمي القاصد وفكرى الفاعل ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطأ والزلل واصتر على سرائي بعد وضوح الخل وسطن الله اليش انا واليش رأيي، وانما النقص بضاعتى والخطأ صناعتى، والجهرل صفتى والجزسمنى، فان احسبت فبثوليتى ربى، وله الحمد فى كل ان وحين، واسب اخطأت فبثوؤم ذنبى، واسأل التوبة ارحم الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب، والصلاة والسلام على النبى الاواب وآله وصحبه خيرآل واصحاب، واذا انتهت الرسالة بحمد ذى الجلالة وددت ان اسميها بعلم لطيف، يكون علما على عامر التاليف، كما هو دأبى فى جميع التصانيف وقد جاءت بحمد الله تعالى مختصرة، ومع الاختصار مطهرة مظهرة فاسب ان اسميها "الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية" وكان ذلك ضحوة الخميس ليلة بقيت من ذى القعدة الحرام سنة الف وثلثمائة وسبع من



آل واصحاب پر ہزاروں سلام، جب تک  
رات دن گزرتے ہیں، والحمد للہ رب  
العالمین۔

ہجۃ المولیٰ سید الانام افضل صلاة و  
اکمل سلام واجمل تحیۃ من الملک المنعم  
علیہ وعلی آلہ وصحبہ الکرام علی مراللیالی  
والایام، والحمد للہ ذی الجلال والاکرام  
کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی  
عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الاقی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ ۲۹۴ از ریاست رامپور مدرسہ مطلع العلوم، مدرسہ محمدانام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ  
دیہات میں قبل صلوة العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور جزا بغیر پوست کش  
کو قربانی کے چمڑے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چمڑے کی قیمت کے  
معرف ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس قیمت کو مدرسہ و مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا  
نہیں؟ اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چمڑے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

### اجواب

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبیہ بانجوس ہے، نہ اس سے واجب اضحیٰ ادا ہو سکتا ہے، اور جائز  
قربانی شرعی وہ صبح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ  
تمول ہے اور قربانی سے تمول ناجائز، اس چمڑے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار وایتجار و دونوں جائز  
ہیں، خواہ اس کی مشک بنالے یا کتابوں کی جلدیں، یا اسے مسجد یا مدرسہ دینیہ اہلسنت میں دے دیے، یا  
بیت مصارف خیرینچ کر اس کی قیمت مصروف خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں  
سے، ہاں اگر اپنے لئے اسی داموں سے بچا تو وہ دام غیث ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۲۹۵ از سلون ضلع رائے بریلی مدرسہ محمد طہ صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رسی و جھول صدقہ کرنا چاہیے  
اور حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصار، بیان احکام الہدی  
(۲) عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) در مختار جلد اول، باب الہدی  
(۴) ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری  
بکہ کہتا ہے کہ قربانی کی رسی و جھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کہہ پیش کردہ  
لوگوں پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے:

اول شرح وقایہ و ہدایہ وغیرہ میں مسئلہ مہوش عنہ کو باب الہدی میں بیان کیا ہے ، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضغیہ سے تعلق رکھتا ہے ، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ۔

دوم علی طریق التشریح یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ خطام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے ، تو کیا اس کے معنی کسی لغوی نے گراؤں یعنی رتی کے بیان کئے ہیں ، ابن اثیر ابو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے خطام کے معنی گراؤں کے ہیں ۔

سوم کتاب عمدة الرعاۃ نے خطام کے تصدیق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے ، اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تخریج کی ہے ، تو کیا اس روایت سے خطام کے تصدیق کا حکم ثابت ہوتا ہے ؟ فقط تام ہوا کلام ہوگا ، پس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں ؟ اور جو کے اعتراضات کے جواب کیا ہیں ؟

### الجواب

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں ، ایک یہ کہ وسط بینی کے گوشت یا ایک طرف کے نچنے میں سوراخ کر کے تانبے ، چاندی ، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا بالوں کا بنا ہوا چھٹا ڈالیں ، اور مضبوط ڈور کا سرا اس میں اور دوسرے سرے میں رتی یا خود اس میں رتی باندھیں ، اس حلقے کو بڑھ بضم موحده و فتح رائے مخففہ ، اور لکڑی کو خشاش بالکسر ، اور فارسی میں فہار بالفتح ، اور بالوں کے پچھلے کو عربی میں حرامہ ، اور سپ کو زمام بالکسر ، نیز اس ڈور کو تمام اور اس رتی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقدوم بالکسر ، نیز اسے عربی میں ذراسی میں تمام و فہار ، اور مہوش کو ہندی میں نکیل کہتے ہیں یہ اُس کے انقیاد کا اکمل طریقہ ہے ، اور اکثر نا قہائے سواری میں یہی مستعمل ہے کہ بے اس کے انقیاد تام نہیں ہوتا ، گرا دینے کا احتمال رہتا ہے ، دوسرا یہ کہ رتی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش بار کی طرح ڈال کر منہ پر ناک کے قریب اس کا پھندا دیتے ہیں ، عربی میں اسے خطام بالکسر ، اور ہندی میں ٹھیر کہتے ہیں ، نیز زمام بمعنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی اول کو بھی خطام بولتے ہیں ، تو خطام کے چار اطلاق ہوئے ، مگر وہ رتی کہ گائے بھینس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے ، اُسے خطام کوئی نہیں کہتا ، نہ مادہ خطام اُس کی مساعدت کرتا ہے کہ وہ خطم بمعنی بینی سے ماخوذ ہے ۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے ،

خطم البعیر ان یوخذ حیل من لیف او شعیر  
او قطان فیجعل فی احد طرفیہ حلقۃ ، ثم  
یشد لیہ الطرف الآخر حتی  
یصلیرک الحلقۃ ثم یقلد  
البعیر ثم یثقی علی  
مخطمہ ، واما ما یجعل

اونٹ کی خطام یہ ہے کہ کجور کی پھال یا بالوں یا کائی  
سے رتی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنا یا جائے  
پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ  
کی مثل ہو جائے ، پھر اسے اونٹ کے گلے میں  
بار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک  
پر لپیٹ دیا جائے ، اور وہ باریک رتی جو



والخطامہ کل ما وضع فی انف البعیر لیتقاد بہ لہ

کہتے ہیں، اور خطامہ اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اونٹ کو کھینچا جاسکے۔ (ت)

تاج میں ہے، کذا فی البعیر (محکم میں یوں ہی ہے۔ ت)۔ بحر الرائق میں ہے، الخطامہ هو الزمام وهو ما يجعل فی انف البعیر لیتقاد بہ

خطامہ زمام ہی ہے اور یہ اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)

درمکین میں ہے، الخطامہ الجبل الذی یقاد بہ البعیر لیتقاد بہ

خطامہ وہ رستی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں کرانی سے ہے، بخطامہ ابو زمامہ وھا بمعنی، والشک فی تعینہ وھو بکسر خاء، خیط یشد فیہ الحبلۃ السماۃ

(حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطامہ یا اس کی زمام و ذیل ہم معنی ہیں، شک اس کی تعین میں ہے۔ اور خطامہ خام کے کسر کے

عہ ای فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قعد علی بعیرہ وامسک انسان بخطامہ ابو زمامہ۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس سورۃ العزیز۔

یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابو بکرہ سے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی ٹکلی کو تھام رکھا تھا، الحدیث ۱۲ منہ قدس سورۃ العزیز (ت)

۱۰۹/۴	مصطفیٰ البابی مصر	فصل الخار من باب الجمیم	لہ القاموس المحیط
۲۸۲/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	لہ تاج العروس
۴۲/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الحج باب الہدی	لہ بحر الرائق
			لہ الدر الثمین
۱۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العلم باب من قعد حیث ینتی بہ المجلس	لہ صحیح البخاری



بالبرۃ، ویشد فی طرفہ المقودۃ

ساتھ اس دھاگے کو کتے ہیں جس میں برہ نامی حلقہ کو  
باندھا جاتا ہے اور اس کے نیچے میں رستی باندھی جاتی ہے (ت)

نہایت نیز مجمع میں ہے،

البرۃ حلقة تجعل فی لحم الانف، و ربما  
كانت من شعریۃ

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے  
اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے (ت)

اس میں شرح جامع الاصول لمصنف سے ہے،  
حلقة یشد بها الزمام

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے (ت)

نیز امام نووی سے ہے،

الزمام ما يجعل فی انف البعیر دقیا و قیل  
ما یشد به رؤسها من جبل و سیر

زمام اس باریک رستی کو کتے ہیں جو اونٹ کی  
ناک میں ڈالی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک

ایسی رستی یا قسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح المنیر میں ہے،

قال بعضهم الزمام فی الاصل الخیاطۃ الذی  
یشد فی البرۃ او فی الخشاش ثم یشد

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری  
کو کتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا

جاتا ہے پھر اس میں مقود (رستی) کو باندھا جاتا  
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے (ت)

الیہ المقود ثم سمن به المقود نفسه  
کما ج العروس میں ہے،

کما ج العروس میں ہے،

الزمام هو الجبل الذی يجعل فی البرۃ  
والخشبة قال الجوهری او فی الخشاش

زمام اس رستی کو کتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا  
جاتا ہے، جو ہری نے کہا یا اس کو خشاش (لکڑی)

۵۲/۲	کتبہ دارالایمان المیدۃ المنورۃ	باب الخار مع الطار	لہ مجمع بحار الانوار
۱۸۶/۱	" "	باب البار مع الرا	" " "
۱۸۶/۱	" "	" "	" " "
۲۲۰/۲	" "	باب الزار مع الیم	" " "
۲۴۴/۱	مصطفیٰ البابی مصر	الار مع الیم تحت الزمام	شہ المصباح المنیر

بالبرۃ ، ویشد فی طرفہ المقودۃ

ساتھ اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو  
باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں رستی باندھی جاتی ہے (ت)

نہایت نیز مجمع میں ہے ،

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے  
اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے (ت)

البرۃ حلقة تجعل فی لحم الانف ، و یسما  
کانت من شعر

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے (ت)

اس میں شرح جامع الاصول لخصفہ سے ہے ،  
حلقة یشد بہا الزمام  
نیز امام نووی سے ہے ،

زمام اس باریک رستی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی  
ناک میں ڈالی جاتی ہے ، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک  
ایسی رستی یا قسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے ۔ (ت)

الزمام ما يجعل فی انف البعیر دقینا و قلیل  
ما یشد بہ رؤسہا من جبل و سیر

مصباح المنیر میں ہے ،

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری  
کو کہتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا  
جاتا ہے پھر اس میں مقود (رستی) کو باندھا جاتا  
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے (ت)

قال بعضهم الزمام فی الاصل الخیمۃ الذی  
یشد فی البرۃ او فی الخشاش ثم یشد  
الیہ المقود ثم یسمی بہ المقود نفسه

تاج العروس میں ہے ،

زمام اس رستی کو کہتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا  
جاتا ہے ، جوہری نے کہا یا اس کو خشاش (لکڑی)

الزمام هو الجبل الذی يجعل فی البرۃ  
والخشبة قال الجوہری اد فی الخشاش

۴۲/۲	کعبۃ دار الایمان المینۃ المنورۃ	باب الخار مع الطار	لہ مجمع بحار الانوار
۱۸۴/۱	" "	باب البار مع الرار	" " "
۱۸۴/۱	" "	" "	" " "
۲۲۰/۲	" "	باب الزار مع الیم	" " "
۲۴۲/۱	مصطفیٰ البابی مصر	الزار مع الیم	فہ المصباح المنیر

ثم يشد في طرفه المقود وقد يسمى المقود  
نرماسا

صراح میں ہے

خشاں بالکسر چہ کہ در بنی شتر کند و ہرچ از  
مس ہاشد آن را برہ گویند، و آنچہ از موئے آن  
را خزامہ

میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں دستی  
باندھی جاتی ہے اور کبھی اس کی کانام زمام رکھا جلتے ہیں

خشاں غام کے کسرے کے ساتھ اس لکڑی کو  
کتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے، پتیل  
کی جوڑے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ  
کتے ہیں اگر وہ بالوں کی ہر تو اسے خزامہ کہتے ہیں (ت)

اسی میں ہے، خطام بالکسر مہار (خطام کسر کے ساتھ مہار - ت)، اسی میں ہے

زمام بالکسر مہار، درشتہ کہ در چوب بنی شتر بندند  
ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں  
اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت)

زمام بالکسر مہار، درشتہ کہ در چوب بنی شتر بندند  
برشتہ مہار بندند

برہان میں ہے

مہار ہالفتیچ چوبیکہ در بنی شتر کند و یہاں برہاں بندند

مہار فہجہ کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کو  
اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوری باندھتے ہیں  
(ت)

فی موسس میں ہے، الخزامۃ ککتابۃ للبعۃ (خزامہ پروڈن کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں - ت)

تاج میں ہے

وهی حلقة من شعر تجعل فی وترة  
انفہ يشد بہا الزمام کما فی

اور وہ (خزامہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو  
اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

۳۲۸/۸	داراجیاء التراث العربی بیروت	لے تاج العروس	فصل الزمار من باب الیم
۲۵۷	مطبع مجیدی کانپور	لے الصراح من الصحاح	باب الشین فصل الحار
۴۶۸	" " "	" " "	باب الیم فصل الزار
۴۶۵	" " "	" " "	" " " "
۱۰۶/۴	مصلحة البانی مصر	لے القاموس المحیط	باب الیم فصل الحار

الصباح ، وقال الليث ان كانت من صفر  
فهي بركة وان كانت من شفر فمهر  
خزامة يـ

رسمی باندھی جاتی ہے جیسا کہ صحاح میں ہے۔ لیث  
نے کہا اگر وہ حلقہ پتل کا ہو تو اس کو برہ اور اگر  
وہ بالوں کا ہے تو اس کو خزامة کہا جاتا ہے (ت)

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
اهدى عام الحديبية في هدايا رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم جملا كانت  
لابي جهل في راسا، بركة من فضة،  
وفي رواية من ذهب يغيظ بذلك  
المشركين۔

یشیک نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ  
والے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ  
فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جس کے  
سر (ناک) میں چاندی کا ایک پھلّا تھا، ایک  
روایت ہے کہ سونے کا پھلّا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے مشرکوں کو جلانے کے لئے ایسا  
کیا تھا۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے

(فی راسه) ای انفه فان البرة حلقة  
من صفر ونحوه تجعل في لحم  
انف البعير، وقال الاصمعي في احد  
جانبی المنخرين لكن لما كان الانف من  
الراس قال في راسه على الاتساع يـ

(راس کے سر میں) یعنی اس کی ناک میں، کیونکہ برہ  
پتل یا اس جیسی کسی شے کے ایسے حلقہ کو کہتے  
ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے  
اور اصمعی نے کہا کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے  
ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا  
حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں حلقہ تھا (ت)

جمع البحار میں طبعی سے ہے، جعله في الرأس اتساعاً (اس حلقہ کو سر میں فترار دینا  
بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن تحیم کی حدیث میں ہے،

لے تاج العروس فصل النحر من باب الميم دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳/۸ - ۲۴۳

لے سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی الہدی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳۲/۱

لے مرقاۃ المفاتیح الفصل الثانی فی المکتبۃ المجدیۃ کوئٹہ ۵۲۸/۵

لے مجمع بحار الانوار باب البہار مع الزار مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۱۴۸/۱





التي نحررت و بجلودها۔

دوم میں:

امرني فقسمت لحومها ثم امرني فقسمت جلالها  
وجلودها۔

پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلوی اور چمڑوں کو تقسیم کر دیا۔ (ت)  
سوم میں:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم امره  
ان يقوم على بدنه وان يقسم بدنه كلهما  
لحومها و جلودها و جلالها۔

چہارم میں:

اهدى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
مانه بدنه فامرني بجومها فقسمتها  
ثم امرني بجلالها فقسمتها، ثم بجلودها  
فقسمتها۔

صحیح مسلم میں تین سندوں سے:

امرني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
ان اقوم على بدنه وان اتصدق لحومها و  
جلودها واجلتها۔

صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا تھا (ت)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو  
میں نے قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم کر دیا۔  
پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلوی اور چمڑوں کو تقسیم کر دیا۔ (ت)

بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں  
حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے  
ہو جائیں اور ان کا گوشت، جھل اور چمڑے  
سب تقسیم کر دیں (ت)

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کیلئے  
سواؤں کی بھیجے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت  
تقسیم کروں تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کی جھلوں کو  
تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کے  
چمڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا  
کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہو جاؤں اور ان کے  
گوشت، چمڑوں اور جھلوں کو تقسیم کر دوں (ت)

۲۳۰/۱	کتاب المناسک باب الجلال للبدن	قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۳۲/۱	باب لا یطعی الجزار من الہدی شیئاً	قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۳۲/۱	باب بالتصدق بجلود الہدی	" " "
۲۳۲/۱	باب یتصدق بجلال البدن	" " "
۲۳۳/۱	باب الصدقة بطوم الہدایا و جلودھا و جلالھا	" " "

اور دوسندوں سے مثل لفظ سوم بخاری و مراد فی المساکین ( یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں۔ ت ) ان میں کہیں ذکر ختام نہیں، یہ مضمون صحیحین پر پیش ہے، اور نسبت الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح عمدة الرعاۃ میں مذکور صحیحین بلکہ کتب متداولہ حدیث میں کہیں نہیں، جیسا کہ لامع و ارشاد الساری و شرح موطا سے ظاہر۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا:

قال صاحب الکواکب وفيه انه لا يجوز بيع الجلال ولا جلود المهدايا والضحايا كما هو ظاهر الحديث اذا الامر حقيقة في الوجوب اهـ، و تعقبه في اللامع فقال فيه نظر فذلك صيغة افعل لا لفظ امر۔

صاحب کواکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جھلوں اور کھانوں کی بیع جائز نہیں جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً وجوب کے لئے ہے اھ۔ اور لامع میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لئے کہ جو امر وجوب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعل ہے نہ کہ لفظ امر۔ (ت)

شرح علامہ زرقانی یہ ہے،

فيه استحباب التجليل والتصدق بذاتك الجبل، و لفظ امر لا يقتضي الوجوب لان ذلك في صيغة افعل لا لفظ امر اهـ، و رأيته كتبت على هامش الارشاد ما نصه اقول ليس قوله امر الاحكاية امره صلى الله تعالى عليه وسلم الا ان يقال يمكن ان يكون حكاية من مثل عليك التصديق۔

اس میں قربانی کے جانوروں پر جھل ڈالنے اور اس جھل کو صدقہ کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور لفظ امر وجوب کا تعاضا نہیں کرتا کیونکہ وجوب کا متقاضی کو تو صیغہ افعل ہے نہ کہ لفظ امر اھ، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ارشاد کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) اس کا امر کننا محض حکایت ہے امر پر عمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ

ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجھ پر صدقہ لازم ہے۔ ت) جیسے الفاظ سے (ت)

- |       |       |       |
|-------|-------|-------|
| ۱/۲۲۴ | ۱/۲۲۲ | ۱/۲۲۴ |
| ۱/۲۲۲ | ۲/۲۲۲ | ۱/۲۲۴ |
| ۱/۲۲۴ | ۲/۲۲۲ | ۱/۲۲۴ |
- ۱/۲۲۴ کتاب الحج باب الصدقة بطوم الهدايا و جلودها قديمي كتب خانہ كراچی  
 ۲/۲۲۲ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدن وار الکتاب العربی بیروت  
 ۱/۲۲۴ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الحج المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ القاہرہ

ذکر خطام کیلئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا، اُسے دیکھا تو انہوں نے صاف فرمایا:

لما ر فی شئ من طرقہ ذکر الخطام ۱۰  
میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ دیکھا۔

بالجملہ صحیحین کی طرف اس کی نسبت لفظاً و معنی ہر طرح غلط ہے، ہاں ہدایہ باب الہدی میں حدیث انہی الفہام سے مذکور، اور کتاب الاضحیہ میں بلفظ:

تصدق بجلالہا و خطامہا ولا تعط اجرا الجزاء  
قربانی کے جانوروں کی جھٹلوں اور ہاگوں کو صدقہ کر اور  
اس میں سے کچھ بھی تصاب کو بطور اجرت مت دے۔ (ت)

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، اللفظة الاجرة (سوائے لفظ "اجر" کے - ت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضحیہ میں، اللفظة شیدا (سوائے لفظ "شیدا" کے - ت)۔

اقول تو حدیث ضرور کہیں مروی ہوئی، اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشائخ ذکر کر کے فرمایا، قصور نظرنا اخفاہما عننا شیہ ہماری نظر کے قاصر ہونے نے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)

یونہی حافظ الشان نے باوصف اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرمائی، یہ ائمہ کے ساتھ علماء کرام کا ادب ہے بخلاف مجتہدین زمانہ یعنی غیر مقلدین کہ کرمک سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سلب مطلق کے دعوے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱۰ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدیۃ کتاب الحج باب الہدی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل  
۵۴/۲  
۴۴۸/۴  
۱۰ الہدیۃ کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ

۱۰ الکافی شرح الوافی  
۱۰ بدائع الصنائع کتاب التفضیۃ فصل واما بیان ما یستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۵/۸۱  
۱۰ فتح القدیر



توحید مذکور میں صدقہ خطام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و خطام شتران ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھولوں اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر و رکنار، جہاں تک نظم کی جاتی ہے شتران اضمیہ کے جلال و خطام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کئے اختیار اور ولالہ النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، نہ اضمیہ من کل الوجہ معنی ہدی میں ہے نہ یہ جھولیں اُن جلال سے نہ گلے کی رستیاں اُس خطام کے مثل۔

اول تو ظاہر کہ ہدی کے لئے عمل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کر سکتے،

قال اللہ تعالیٰ ثم محلّھا الی البیت العتیق  
وقال تعالیٰ ھدیاً بالغ الکعبۃ یتلہ  
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان (ہدی کے جانوروں) کا پہنچنا ہے اس آزد گھر تک۔  
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچی۔ (ت)  
اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، تو ہدی میں بہ نسبت اضمیہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب باراقۃ دم میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل اجزائے تقرب یعنی لحم و جبدین جنم کیساں ہو اور زوائد و مضائق کی طرف جو سرایت صاحب خصوص میں ہوتی، اضافی میں نہ ہو، و لہذا ہدان و ہایہ و کافی وغیرہا میں حدیث ہدی سے دربارہ لحم و جلد اضمیہ استناد کیا، اور جلال و خطام اضمیہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اضمیہ میں ان دو پر اقتصار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتصار پر اتفاق کتب آخر کس لئے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمولی سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جو تینے کے پیل ہوں، وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں، اور روناگی حرم کے وقت اُن پر ڈالی جاتی ہیں، اور اُن کے لئے ان کا بنانا سنت ہے، تعلیہ و اشعار کی طرح شعار اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بندہ ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ باندھے ہوئے قلا دے ڈالتے اور بالخصوص اونٹوں پر قلا دے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور اُن کے کوبان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

علمائے کرام نے فرمایا، ان جھوٹوں کا اپنی حیثیت قبول کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہدی بھیجنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ایسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ لطف اور شعائر کی زیادہ تعظیم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پریش ہاکڑوں کی جھولیں ڈالتے اور بدینہ طیبہ سے باہر نکل کر آثار کر کے رکھ چھوڑتے، عرفہ کے دن پھر پہناتے اور بعد نماز انھیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انھیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کو یہ جھولیں آثار رکھ لی جائیں کہ کانتوں سے ان میں کھونٹا نہ لگے، ان میں سے کون سا حرف قربانی کی معمولی جھولوں پر صادق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔  
امام اجل ابو زکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں،

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روا نہ کرنے کا استحباب اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، چمڑوں اور جھولوں کو صدق کیا جائے، اور یہ کہ ان جانوروں کو جھل پہنائی جائے۔ اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ جھل عمدہ ہو۔ قاضی نے کہا کہ جھل پہنانا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کوبان میں نیزہ مار کر خون نکلانے کے بعد جھل پہنائی جائے تاکہ وہ خون میں لٹھڑا جائے، نیز انھوں نے کہا کہ جھل کا قیمت و عمدگی میں قربانی روا نہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں، بعض یعنی چادروں، بعض مصر کے بنے ہوئے قیمتی کپڑوں، لحافوں اور عمدہ چادروں کی جھلیں پہنایا کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا، جھولوں کو رات

فی هذا الحديث فوائد كثيرة، منها استحباب سوق المهدى وانه يتصدق بلحومها وجلودها وحبالها وانها تجلدواستحبوا ان يكون جلد حسنا، قال القاضى التجليل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو ما اشتهر من عمل السلف قالوا ان يكون بعد الاشعار لئلا يتلطخ بالسدم قالوا ويستحب ان تكون قيمتها ونفاستها بحسب حال المهدى، وكان بعض السلف يجبل بالوشح وبعضهم بالجبرة وبعضهم بالقباطى والملاحف والامرء قال مالك اما الجبل فتزنع في الليل لئلا يخرقها الشوك، قال واستحب ان

كانت الجلال مرفوعة ان لا يجلبها حتى يغدوا في عرفات ان كانت بشمن يسير لمن حين يحرم يجلب (ملخصاً) قبل نه پناے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو اعرام باندھے وقت ہی پہنا دے (ملخصاً)۔ (ت) امام علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الجلال جمع جل وهو الذي يطوم على ظهر الحيوان من الابل والغرس والحصار والبغل، وهذا من حيث العرف، و لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص بالابل من كساء ونحوها، قال ابن بطال كان مالك وابو حنيفة والثاقل يرون تجليل البدن

جلال جل کی جمع ہے، اور وہ اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ، گھوڑے، گدے اور بچر وغیرہ جانوروں کی پشت پر ڈالی جاتی ہے، یہ عرف کے اعتبار سے ہے، لیکن علماء نے فرمایا کہ کپڑے وغیرہ جمیل پہنانا صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے، ابن بطال نے کہا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اؤ قتالی ہدی کے جانوروں پر جمل ڈالنے کو جائز سمجھتے تھے۔ (ت)

امام جلیل ابوالبرکات نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

فان كانت بدنة قلدها بمزادة او نعل والتقليد احب من التجليل لان التقليد ذكر في القرآن قال الله تعالى ولا تقلدوا ولا ذكر للتجليل فيه، وان كان كلاهما ثابتاً بالسنة لان هدايا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانت مقلدة مجللة، ولانه قد تجل البدنة لاعلى وجه التقرب بخلاف التقليد

اگر ہدی کا جانور (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کو چمڑے یا نعل کا یا ہر پناے اور ہر پناہنا جمل پہنانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ ہر پناہنے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولا تقلدوا (اور نہ وہ جنہیں بار ڈالے گئے) اور جمل پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ دونوں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ہدی کے جانوروں کو بار اور جمل پہنائے گئے تھے، اور اس لئے بھی کہ جمل کبھی بلائیت قرب لے شرح صحیح مسلم سنوی مع صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بطوم الهدایا القیدی کتب خانہ کراچی ۲۲۲-۲۲۳ لے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال للبدن ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۴۰۴/۲۵ لے السکا فی شرح الوافی



پہنائے جاتے ہیں بخلاف ہار پہنانے کے (کہ یہ بغیثتِ اقرب ہی ہوتا ہے)۔ (د ت)  
 موطا شریف میں ہے:

مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله  
 تعالى عنها كان يجلب بدنة القباطي و  
 الانماط والجلل ، ثم يبعث بها الى الكعبة  
 فيكسوها اياها ، مالك انه سأل عبد الله  
 بن دينار ما كان عبد الله بن عمر يصنع  
 بجلال بدنه حين كسيت الكعبة عن  
 الكسوة ، قال كان يتصدق بها .  
 جانے لگا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قربانی کے جانوروں کی جھلیوں کو کیا کرتے تھے،  
 تو انھوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے۔ (د ت)

ابن المنذر نے بطریق اسرار میں زینت سے روایت کی۔

ان بن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يجلب  
 بدنه الانماط والبرود والحبو حتى  
 يخرج من المدينة ينزعها فيطويها ،  
 حتى يكون يوم عرفة  
 فلبسها اياها حتى ينحرها  
 ثم يتصدق بها ، قال  
 نافع و ريمادفعها الى  
 بني شيبه .  
 بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہری  
 کے جانوروں کو اونی کپڑوں ، دھاری دار اور  
 منقش یعنی چادروں کی جھلیں پہناتے تھے یہاں تک  
 کہ وہ جانور جب مدینہ منورہ سے نکلتے تو آپ ان  
 جھلی کو اتار لیتے اور پیٹ کر رکھ دیتے ، جب  
 عرفہ کا دن آتا پھر وہ جھلیں جانوروں کو پہنا دیتے  
 جب انھیں ذبح فرماتے پھر جھلیں اتار لیتے ، بعد ازاں  
 ان کو صدقہ کر دیتے۔ حضرت نافع نے کہا کہ بعض  
 اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے۔ (د ت)

اقول اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الودع شریف  
 لے موطا امام مالک کتاب الحج باب العمل فی البدی میں یساق میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۰۰  
 لے شرح الزرقانی علی الموطا بحوالہ ابن المنذر " " " " دار المعرفہ بیروت ۳۲۷/۲  
 فتح الباری بحوالہ ابن المنذر کتاب المناسک باب الجلال للبدن " " " " ۳۳۹/۳



میں تنو ادنٹ ہری بھیجے، ان پر جو لیں تھیں کہ حکم اقدس بعد نحر تصدق کی گئیں کما تقدیر عن صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری سے گزرا — ت) حجۃ الوداع شریف کھلی بہار کے موسم میں تھا، فقیر نے حساب کیا ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کو چھٹی مارچ ۱۹۳۲ء تھی، ولہذا علماء اسے ماہ تحویل محل میں بتاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا،

الزمان قد استدار کھینٹا، یوم خلق اللہ السموات والارض، وفيه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم احب شهر هذا قلنا اللہ ورسوله اعلم، قال اليس ذوالحجۃ، قال فاعلم، قال اليس، قلنا اللہ ورسوله اعلم، قال اليس، یوم النحر۔

زمانہ اس دن کی حیثیت پر گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا، اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وہی ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ کونسا دن ہے، ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا یہ یوم النحر نہیں ہے۔

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بد الخلق میں، پھر امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا کہ

یہ ارشاد اقدس تحویل محل کے مہینے میں تھا،

حيث قال نعيم يوسف بن عبد الملک في كتابه تفضيل الازمنة ان هذه المقالة صدرت من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في شهر مارس، وهو ادا

جہاں فرمایا کہ یوسف بن عبد الملک نے اپنی کتاب تفضیل الازمنہ میں کہا ہے بیشک رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو مارچ کے مہینے میں صادر ہوئی جس کا نام رومی میں ادا اور

عہ یعنی اس وقت کی تعبیر میں، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب دسویں مارچ تھی، جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ منقطع ”تحقیق سالی عیسوی“ میں ثابت کیا ۱۲ مہندہ قدس سرہ



اور نیک اجد بہادر خانی، دو زیجوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظمہ و ہم ذی الحجہ سنہ ہجریہ مطابق راز دہم ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی، دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس و قیقہ اثنائیس ثانیہ، دوم سے بیس درجے پچتیس و قیقہ پچاس ثانیہ، بلاشبہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکہ معظمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے، نہ رات کو برف نہ دن کو ٹو، نہ برسات کی کھیاں، تو جن حاجات کے لئے جھولیں ڈالتے ہیں

ع ۱۲۵۱۔ ۱۰۔ ۱۲۴۱ فاضل برتھانیف سی ۱۱ و تضایف ۱۲۳۰ + ۳۰ = ۱۲۶۰

بازار ۱۲۰۰				ج وسط				ج ادج			
۶۰	۶	د	م	لو	ط	ب	لو	م	س	ی	ط
بازار ۱۱ سال متعاضداً											
بتفریق آن ازیں بہر فرغہ											
سنہ											
+ ذی الحجہ											
+ ۱۱ یوم ناقص											
بازار سمرت نہ قد منہ											
بازار ۱۱ و تعدیل ایام و قد منہ											
حصہ اش از وسط لو نہ لم											
+ حصہ تعدیل ایام زائد											
تعديل المركز											
x وسط											
تقسیم											

ع ۱۲۵۱ خیال ایسا ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی، ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویمات کے بعد دیکھا تو نہ مہینہ مطابقت پر آیا، قریہ تقویم ۱۱ ہی ذی الحجہ کی ہوئی، بہر حال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۰ کی تقویم ایک درجہ کم حوت کے بیسویں ہی درجہ میں رہی۔ منہ قدس سرہ





حالانکہ ضرور وقتِ نحر بُد فوں کے بدن پر پھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی ضامن ہوئیں۔  
صحیحین میں زیادہ بن جبر سے ہے :

سأیت ابن عمر اقی علی سرجل قد انساخ  
بدنہ یخول البعثما قیاماً مقیداً ستة محمد  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا آپ ایک  
ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر  
نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے  
باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
سنت ہے۔ (ت)

عمدة القاری میں ہے :

مقیداً معناه معقولة برجل وہی قائمہ  
علی الثلاث یت  
بالمجد اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، مانعت نہیں، کلام اس میں ہے  
کہ قربانی کی جھولیں رسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ نہ حدیث میں نہ فقہ میں،  
ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرنا اس پر لازم ہے۔ ت) ولہذا آج تک  
مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے اُن پر جھولیں ڈالے  
اور انھیں حسب حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اُس سے شحاتر اسلام کی زینت اور فقرائے مسلمین  
کی منفعت چاہے تو ضرور اُسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اُس سے باز رہنا اُسے  
شیع ہوگا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کہا میں فی فناءنا وباللہ التوفیق (جیسا کہ  
ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔